جلد ۱۰ — نمبر ۱۰ و ۱۱

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۵ء

ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے عہ

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب مصری ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام صاحب [illegible] نے قادیان سے شائع کیا

[illegible]

اکتوبر و نومبر دو مہینوں کا تشحیذ

میں نے پچھلے مہینے حساب کر کے بتایا تھا کہ ستمبر تک ۴۸۸ صفحے آپکو دئے جا چکے ہیں ۔ حالانکہ ۴۳۲ صفحے ہمارے ذمہ تھے اب یہ رسالہ دو مہینوں کا ۵۶ صفحوں پر ہے کیونکہ ۵۶ صفحے پہلے زائد ہیں یہ کل ۱۱۲ صفحے ہوئے اور ہمارے ذمے ہیں ۹۶ صفحے ۔ پس اب بھی ۱۶ صفحے زائد ہیں ۔ ہم نے خریداروں کی کوئی حق تلفی نہیں کی بلکہ معاہدہ سے زیادہ دیا ہے البتہ خریداروں میں سے ۵۰ ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے ابھی چندہ سالانہ نہیں دیا اور پچھلے سالوں کا بقایا ایک ہزار روپیہ الگ ہے اسکا اثر تشحیذ کے فنڈ پر پڑا ہے اور اب تین ماہ کا خرچ چلانا دشوار ہو گیا ہے پس میں بہی خواہان تشحیذ سے عرض پرداز ہوں کہ اگر وہ تشحیذ کو مفید سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جاری رہے تو اسکے خریدار بڑھانے میں کوشش فرمائیں اور بقایا دار اپنا بقایا ادا کریں ۔ (مینیجر)

سرمۂ نور

(دفتر تشحیذ قادیان سے ملتا ہے)

اسکا نسخہ ولی کامل حکیم حاذق حضرت مولوی نورالدین صاحب کا تجویز کردہ ہے جس میں دوا اور دعا دونوں موجود ہیں ایسے اصحاب کے لئے جو کتب بینی کے شائق ہوں لیکن بوجہ کمزوری بصارت وخیرگی نہ پڑھ سکتے ہوں یہ سرمہ حکم اکسیر رکھتا ہے ۔ دھند ۔ غبار ۔ پڑوال بھیے ککرے ۔ پانی کا بہنا ۔ پلکوں کا گل جانا ۔ ابتدائی نزول الماء وابتدائی پھولا اور دیگر امراض چشم کے لئے ازحد مفید پایا گیا ہے پھر لطف یہ کہ ہر طبقہ کے لوگ اسکو استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ آنکھوں میں بالکل سیاہی معلوم نہیں ہوتی ہے بوڑھے بچہ ہر ایک کے لئے یکساں مفید ہے بطور نمونہ منگوائیے فائدہ نہ ہو قیمت واپس لیجئے اس سے بڑھکر اور کیا معیار صداقت ہو سکتا ہے ۔

اطلاع چونکہ ظہور المہدی کی قیمت ۱۵ اکتوبر کے بعد دو روپے عہ ہو جائیگی اسلئے جو صاحب چاہیں آجکل میں عہ پر منگوالیں ۔ مینیجر تشحیذ

تصحیح: جنوری ۔ فروری ۔ ۱۳ء ... بفضل الہال پڑھا جاوے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۵ ۱۹ء
و ماہ نومبر

ایک نبی اور عامل میں فرق

اس زمانہ کا نبی

مولوی نیاز محمد صاحب فتحپوری نے "معجزات انبیاء و دیگر اعمال محیرہ کا فرق" کے عنوان سے ایک مضمون خطیب میں چھپوایا ہے جس میں ایک عامل اور نبی میں فرق بتایا ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ "وہ بالکل صحیح ہے کہ آج کسی کو مشاہدہ نہیں کرایا جاسکتا کہ دیکھو ایک عامل و نبی میں یہ فرق ہے کیونکہ عامل بہت ہیں اور نبی کوئی نہیں"۔ بس یہ فقرہ ہے جو مضمون ہذا کا محرک ہے۔ کیونکہ میں مولوی صاحب موصوف کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں ایک نبی کو مبعوث فرمایا اور اس کے ہاتھ پر اسقدر نشانات ظاہر ہوئے۔ کہ اگر وہ ایک ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو انکی نبوت ان سے بھی ثابت ہوسکتی ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ مولوی نیاز محمد صاحب گذشتہ انبیاء کے معجزات کو عاملوں کے مقابل میں پیش کرتے ہیں مگر اس زمانہ کے نبی کا ذکر تک نہیں کرتے اور میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ مولوی صاحب موصوف حضرت مرزا غلام احمد؈

مسیح موعود کی نبوت سے اپنے اصول مسلمہ کی بناء پر انکار کر سکیں جو باتیں ایک عامل اور نبی میں فرق کے طور پر بیان کی گئی ہیں خود ان پر تنقید کی گنجائش ہے مگر تاہم ہم پہلے ان کا اقتباس دیتے ہیں اور پھر انہی مسلمہ اصول کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرینگے۔

(۱) پہلا فرق تدرج کا ہے عامل مسمریزم سے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ بدون تکمیل ضبط و خیال کے اپنا پورا اثر کسی معمول پہ ڈال سکے اور انبیاء کے لئے یہ شرط ضروری نہیں۔

(۲) اعمال نفسانی و روحانی میں اجتماع حواس تخلیہ امور دنیا سے بے تعلقی تشویش ظنون تردد خاطر سے دوری ہونی چاہئے۔ لیکن برخلاف اسکے انبیاء علیہم السلام کے ہزاروں معجزات اضطراب اور پریشان خاطری کی حالت میں رونما ہوئے بلکہ محاصرہ اور نرغۂ اعداء میں خاص طور سے انکا ظہور ہوا۔

(۳) جس قدر آلات و وسائل قوت نفسانی و روحانی کے بڑھانے میں آجتک معلوم ہوئے ہیں انبیاء علیہم السلام ان میں سے کسی کے محتاج نہ تھے۔

(۴) جب کوئی عامل مسمریزم اپنا اثر کسی دوسرے پر بغرض سلب امراض پہنچانا چاہتا ہے تو اسکو کسی واسطہ و رابطہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام اسکے محتاج نہ تھے۔ ان کو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ ادہر منہ سے کہا اور اُدہر ہو گیا۔

(۵) مسمریزم کے معمول کے حواس خمسہ ظاہری بالکل مسلوب ہو جاتے ہیں لیکن برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام کسی کو امر غائب کا معائنہ کراتے تھے تو وہ شخص اپنی معمولی حالت میں رہتا تھا۔

(۶) مسمریزم کا اثر پورا ہونے میں یہ شرط ہے کہ جس پر اثر ڈالا جائے اثر یا موثر کا منکر نہ ہو لیکن انبیاء علیہم السلام جو جس قدر زیادہ منکر ہوتا تھا۔ اسی قدر زیادہ اظہار اعجاز کرتے تھے۔

(۷) کیسا ہی زبردست عامل سحر و مسمریزم اور کیسا ہی خواص حروف کا عالم کیوں نہ ہو لیکن انبیاء پر اسکے علم و عمل کا اثر نہیں ہو سکتا اور انبیاء کا اثر اعجاز کوئی عامل نہیں روک سکتا۔

(۸) اکثر لوگ عامل تسخیر ارواح و نفوس ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ نجوم و جفر کے ذریعہ واقعات گذشتہ کا پتہ بتا سکتے ہیں اور حالات آیندہ پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ

نکلتا کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی ایسی قوت بہم پہنچائی غلط ہے ایک عامل میں مابہ الامتیاز اسکی قوت عمل ہے لیکن نبی میں کوئی خصوصیت اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ عامل نہایت ردّی اخلاق کے ہوتے ہیں اور انبیاء کا تو غرض ہی یہ ہے کہ دنیا میں اخلاق حسنہ کو رائج کریں اور کفر و ضلالت کو مٹائیں یہ آٹھ تو مابہ الامتیاز جو ایک عامل اور نبی میں جناب فتحپوری نے لکھے ہیں۔ انکی بناء پر ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کسی قسم کی مشق یا عمل و تکمیل ضبط و خیال سے اپنے اندر کوئی قوت پیدا کی ہو جس کی بنا پر ان سے معجزات کا صدور ہوتا ہو۔

بلکہ جیسا کہ نمبر ۲ میں لکھا ہے آپ سے اکثر اوقات معجزات کا صدور عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کے وقت میں ظہور پذیر ہوا۔

دیکھئے۔ ایک مقدمہ فوجداری ہوا آپ نے قبل از وقت یہ بھی بتایا کہ مجھ پر کوئی نرغہ اعداء ہونے والا ہے اور پھر یہ کہ میں بری ہونگا اور میرے مخالف کو باوجود ہر طرح کی مالی اور جانی امداد کے سزا ہوگی چنانچہ مواہب الرحمٰن میں قبل از فیصلہ شائع فرمایا اوحی الی انہ یرید ان یتخطف عرضک ثم یجعل نفسہ غرضک × × ورأیت کانی احضرت محاکمۃ کالماخوذین و رأیت ان آخر امری نجات بفضل رب العٰلمین ولو بعد حین وبشرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المہین۔

اب یہ نشان کہ جس میں چار پیشگوئیاں ہیں اور خدا نے اپنے مامور کی ہر طرح نصرت کی بتاؤ کسی عامل میں اسکی نظیر ہے اور کیا یہ مطابق اصل موضوعہ نمبر ۲ عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کیوقت ظہور پذیر نہیں ہوا۔

(ب) پھر اسی ضمن میں سنئے کہ آپ پر ایک خون کا مقدمہ بن گیا اسکے بارے میں آپ نے عین نرغۂ اعداء و اضطرار کے وقت پیشگوئی فرمائی مخالف باوجود ہر طرح کے ساز و سامان کے ناکام رہیگا اور میں بری ہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر کسی کو شک ہے تو اس الہام قبل از وقت کا کافی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

(ج) ایسا ہی پولیس نے ایک مقدمہ بنادیا اس بارے میں خدا تعالےٰ نے آپ سے فرمایا

نکالنا کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی ایسی قوت بہم پہنچائی غلط ہے ایک عامل میں مابہ الامتیاز اسکی قوت عمل ہے لیکن نبی میں کوئی خصوصیت اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ عامل نہایت ردّی اخلاق کے ہوتے ہیں اور انبیاء کا تو فرض ہی یہ ہے کہ دنیا میں اخلاق حسنہ کو رائج کریں اور کفر و ضلالت کو مٹائیں یہ آٹھ نو مابہ الامتیاز جو ایک عامل اور نبی میں جناب فتحپوری نے لکھے ہیں۔ انکی بناء پر ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کسی قسم کی مشق یا عمل تکمیل ضبط و خیال سے اپنے اندر کوئی قوت پیدا کی ہو جس کی بناء پر ان سے معجزات کا صدور ہوتا ہو۔

بلکہ جیسا کہ نمبر ۲ میں لکھا ہے آپ سے اکثر اوقات معجزات کا صدور عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کے وقت میں ظہور پذیر ہوا۔

دیکھئے۔ ایک مقدمہ فوجداری ہوا آپ نے قبل از وقت یہ بھی بتایا کہ مجھ پر کوئی نرغہ اعداء ہونے والا ہے اور پھر یہ کہ میں بری ہونگا اور میرے مخالف کو باوجود ہر طرح کی مالی اور جانی امداد کے سزا ہوگی چنانچہ مواہب الرحمٰن میں قبل از فیصلہ شائع فرمایا اوحی الی انه یرید ان یتخطف عرضك ثم یجعل نفسہ غرضك × × × وسا ریت کاتی احضرت ھالکۃ کالماخوذین و رایت ان اخر امری نجات بفضل رب العٰلمین ولو بعد حین وبشرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المھین۔

اب یہ نشان کہ جس میں چار پیشگوئیاں ہیں اور خدا نے اپنے مامور کی ہر طرح نصرت کی بتاؤ کسی عامل میں اسکی نظیر ہے اور کیا یہ مطابق اصل موضوعہ نمبر ۲ عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کیوقت ظہور پذیر نہیں ہوا۔

(ب) پھر اسی ضمن میں سنیئے کہ آپ پر ایک خون کا مقدمہ بن گیا اسکے بارے میں آپ نے عین نرغۂ اعداء و اضطرار کے وقت پیشگوئی فرمائی مخالف باوجود ہر طرح کے ساز و سامان کے ناکام رہیگا اور میں بری ہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر کسی کو شک ہے تو اس الہام قبل از وقت کا کافی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

(ج) ایسا ہی پولیس نے ایک مقدمہ بنا دیا اس بارے میں خدا تعالےٰ نے آپ سے فرمایا

انا نجالدنا فانقطع العدو و اسبابہ سو اسکے مطابق وہ اسباب بھی ہلاک ہوئے اور ناحق عداوت سے مقدمہ بنا[illegible]شمن بھی

(د) پھر اور سنیئے یہ تو سب کو معلوم ہی کہ آریوں کو عیسائیوں کو ہندوؤں کو بیگانہ مسلمانوں کو آپ سے عداوت اور سخت عداوت تھی۔ آپکی جان کے لاگو تھے اور قتل کے فتوے بھی ہو چکے تھے مگر آپنے اس نرغۂ اعداء میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا۔ کہ واللہ یعصمک من الناس ان تمام مخالفوں سے اللہ تمہاری حفاظت کریگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بیان کیا۔ انی متوفیک ورافعک الیّ کہ میں تجھ کو طبعی موت سے عزت کے ساتھ اپنی طرف بلاؤنگا تیری موت کسی کے ہاتھ سے نہیں ہوگی چنانچہ باوجود مباہلے کرنیکے اور باوجود حق بات پر آخر عمر تک قائم رہنے اور دشمنوں سے مقابلے کرتے رہنے کے آپ قتل سے محفوظ رہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے ماتحت رہے پس اگر دنیا کے کسی عامل یا مسمرائزر میں یہ نظیر ہے تو دکھاؤ۔ مگر ان شرائط کے ساتھ جو پہلے بیان کیئے۔ کہاں گئے ملک کے تمام عامل اور مسمرائزر وہ کیوں اپنا اثر باوجود مخالفت شدیدہ کے آپ پر نہ ڈال سکے اور کیوں بڑے بڑے خواص حروف کے علم و عمل کا اثر نہ ہوسکا اور کیوں آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔

پھر نمبر ۳ کے مطابق سلب امراض بغیر کسی واسطے کے کر دینا اور خدا کی طرف سے یہ طاقت دیا جانا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہو گیا آپ ہی کے حصہ میں آیا۔

۱۔ سنیئے! نواب محمد علیخان کا لڑکا عبدالرحیم خان شدید تپ محرقہ سے علیل ہوا۔ تجربہ کار ڈاکٹروں اور ایک بہت بڑے حکیم حاذق مولٰنا نورالدّین رضؓ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اب علاج یونانی یا ڈاکٹری سے اسکا بچنا ناممکن ہے۔ تو اسوقت جبکہ وہ لڑکا مردہ کے حکم میں تہا اور چند سانس ہی باقی سمجھے جاتے تھے۔ حضور نے اسکے لئے دعا کی اور معلوم ہوا کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ تب آپنے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ اگر دعا کا موقعہ نہیں رہا تو شفاعت کرتا ہوں — وہ شفاعت قبول ہوئی اور اس لڑکے کی حالت میں فوری تبدیلی ہونے لگی اور پھر وہ تندرست ہو گیا اور آج تک زندہ موجود ہے بس اسے کہتے ہیں خدا کی طرف سے ایسی طاقت ملنا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہو گیا۔

انا نجالدنا فانقطع العدو واسبابہ سو اسکے مطابق وہ اسباب بھی ہلاک ہوئے اور ناحق عداوت سے مقدمہ بنانے والا دشمن بھی۔

(د) پھر اور سنیئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آریوں کو عیسائیوں کو ہندوؤں کو بلکہ خود مسلمانوں کو آپ سے عداوت اور سخت عداوت تھی۔ آپکی جان کے لاگو تھے اور قتل کے فتوے بھی ہو چکے تھے مگر آپ نے اس زرغۂ اعداء میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا۔ کہ واللہ یعصمک من الناس ان تمام مخالفوں سے اللہ تمہاری حفاظت کریگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بیان کیا۔ انی متوفیک ورافعک الی کہ میں تجھ طبعی موت سے عزت کے ساتھ اپنی طرف بلاؤنگا تیری موت کسی کے ہاتھ سے نہیں ہو گی چنانچہ باوجود مباہلے کرنیکے اور باوجود حق بات پر آخر عمر تک قائم رہنے اور دشمنوں سے مقابلے کرتے رہنے کے آپ قتل سے محفوظ رہے جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے ماتحت رہے بس اگر دنیا کے کسی عامل یا مسمرائزر میں یہ نظیر ہے تو دکھاؤ۔ مگر ان شرائط کے ساتھ جو میں نے بیان کئے۔ کہاں گئے ملک کے تمام عامل اور مسمرائزر وہ کیوں اپنا اثر باوجود مخالفت شدیدہ کے آپ پر نہ ڈال سکے اور کیوں بڑے بڑے خواص حروف کے علم و عمل کا اثر نہ ہو سکا اور کیوں آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔

پھر نمبر ۳ کے مطابق سلب امراض بغیر کسی واسطے کے کر دینا اور خدا کی طرف سے یہ طاقت دیا جانا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہو گیا آپ ہی کے حصہ میں آیا۔

۱۔ سنیئے! نواب محمد علیخان کا لڑکا عبدالرحیم خان شدید تپ محرقہ سے علیل ہوا۔ تجربہ کار ڈاکٹروں اور ایک بہت بڑے حکیم حاذق مولنا نور الدین رضؓ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اب علاج یونانی یا ڈاکٹری سے اسکا بچنا ناممکن ہے۔ تو اسوقت جبکہ وہ لڑکا مردہ کے حکم میں تہا اور چند سانس ہی باقی سمجھے جاتے تھے۔ حضور نے اسکے لئے دعا کی اور معلوم ہوا کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ تب آپنے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ اگر دعا کا موقعہ نہیں رہا تو شفاعت کرتا ہوں ۔۔ وہ شفاعت قبول ہوئی اور اس لڑکے کی حالت میں فوری تبدیلی ہونے لگی اور پھر وہ تندرست ہو گیا اور آج تک زندہ موجود ہے بس اسے کہتے ہیں خدا کی طرف سے ایسی طاقت ملنا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہو گیا۔

(ب) ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو سخت بخار ہو گیا انکو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہی مرنیوالوں کی طرح وصیت بھی کر دی حضور انکی عیادت کو گئے۔ جاتے ہی ایک جلال میں فرمایا کہ اگر آپکو طاعون ہو گئی ہی تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعویٰ الہام غلط کیونکہ مولوی محمد علی صاحب جس دار میں رہتے تھے اسکے متعلق الہام تھا انی احافظ کل من فی الدار یہ کہکر جب نبض پر ہاتھ لگایا۔ تو یا تو یہ حالت تھی کہ وہ بخار سے پھک رہے تھے یا دست مبارک لگتے ہی بدن ایسا سرد ہو گیا کہ تپ کا نام ونشان نہ تھا اور وہ تندرست ہو گئے اسکے متعلق جس طرح آپ چاہیں۔ تسلی کر سکتے ہیں۔ پس آپ اپنے اصل کے مطابق ایمان لائیے کہ حضرت مرزا غلام احمد کو خدا سے وہ طاقت دیگئی تھی جو انبیاء کو دی جاتی ہے۔

(ج) نبی زادہ مبارک احمد کو غشی پر غشی آئی تھی سب حاضرین نے کہدیا کہ لڑکا فوت ہو گیا حضور نے آکر ہاتھ رکھا توجہ کی تو دو تین منٹ کے بعد دم کو سانس آنا شروع ہو گیا اور لڑکا زندہ ہو گیا۔

(د) ایک لڑکے کو دیوانہ کتے نے کاٹا اسے کسولی علاج کے لئے بھیجا گیا۔ وہاں سے پوری احتیاط کے ساتھ علاج کروا کے واپس آیا تو یہاں وہ علامات ظاہر ہو گئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں کسولی تار دیا گیا وہاں سے جواب آیا کہ اب اسکے لئے کچھ نہیں ہو سکتا تب حضور نے اس پر توجہ فرمائی اور دعا کی اور وہ تندرست ہو گیا اور اس قسم کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ ان علامات کے ظاہر ہونے کے بعد (اور وہ بھی علاج کروا کے) کوئی صحتیاب ہوا ہو۔

میں امید کرتا ہوں یہ چار واقعات صحیحہ آپ پر حجت قائم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور یہ کوئی دشمن سے دشمن بھی نہ کہے گا کہ آپ ایسے سلب امراض یا قریب المرگ لوگوں کو زندہ کرنے کے لئے کسی قسم کے اسباب سے کام لیتے تھے مثلاً مریض کا کپڑا۔ یا کسی قسم کا کوئی حیلہ جو عامل کیا کرتے ہیں امر غائب کا مشاہدہ کرنے کے لئے تو چار لاکھ سے زیادہ انسان گواہ ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ان آنکھوں سے مشاہدہ کرادیا اور ایمان غیب سے شہود میں آگیا اور ہمنے وہ کچھ دیکھا جسکو اندھی دنیا باوجود آنکھوں کے نہیں دیکھ سکتی فالحمد للہ رب العٰلمین

پھر آپنے تمام جہان کو چیلنج دیا کہ طاعون کے پودے اس ملک میں لگائے جا رہے ہیں توبہ کرو۔ اپنے مامور پر ایمان لاؤ۔ اس بلاء عظیم سے بچائے جاؤ گے لوگوں نے توجہ نہ کی طاعون

پھیلا اور بڑے زور سے پھیلا ملک میں بڑے بڑے عامل ہیں مسمرائزر ہیں خود ہلاک ہوئی مگر اس طاعون کو نہ روک سکے۔ ہاں ایک خدا کا نبی تھا جس نے بڑے زور سے اعلان کیا کہ مجھ پر خدا کا کلام نازل ہوا ہے (۱) انی احافظك خاصۃ (۲) انی احافظ کل من فی الدار (۳) آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ میں تجھے خصوصیت سے طاعون سے بچاؤنگا۔ اور جو اس چاردیواری کے اندر ہیں وہ بھی بچائے جائینگے اور پھر اسکے مقابلہ میں جو یہ دعویٰ کریگا کہ میں بھی بچایا جاؤنگا یا میری چاردیواری میں بھی لوگ محفوظ رہینگے وہ ضرور اسی عذاب سے ہلاک ہونگے ہمنے اپنی آنکھوں سے خدا کا یہ کلام پورا ہوتے دیکھا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس امتحان میں پورا اترے۔ اور یہ دعویٰ کرسکے کہ ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے

اسی طرح آپنے اسوقت جبکہ آپکو کوئی جانتا نہ تھا خدا کا یہ کلام شائع کیا کہ حان ان تعان وتعرف بین الناس اور باوجود انگریزی سے بکلی ناواقف ہونے کے یہ الہام سنایا

I would give you a large party of Islam

میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا اور یہ کہ یاتون من کل فج عمیق دور دور سے لوگ چلکر آئینگے اور پھر باوجود سخت مخالفت کے ایسا ہی ہوا۔ اور آپ کو ہر طرح سے کامیابی وکامرانی دی گئی آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔ کسی خواص حروف کے عالم کا علم وعمل کام نہ آیا۔ آپکا یہ نشان زیادہ تر منکروں ہی کے ذریعہ پورا ہوا۔

پھر آپنے لکھا ہے کہ عامل نہایت ردی الاخلاق ہوتے ہیں مگر انبیاء کے ذریعہ ایک عالم کے اخلاق بدل لیتے ہیں اخلاق حسنہ کا رواج ہوتا ہے کفر وضلالت مٹ جاتے ہیں۔ سو اس معیار پر بھی حضرت صاحب کی نبوت کا ثبوت لے لیجئے۔ آپکے خلق عظیم کا ایک زمانہ شاہد ہے پھر پانچ لاکھ سے زیادہ مسلمان اس بات کا زندہ گواہ ہے کہ آپنے اخلاق حسنہ کا رواج دیا اور کفر وضلالت کو مٹا دیا۔

بیشک نجومی اور رمال اور کاہن بھی بعض آیندہ کے واقعات بتاتے ہیں مگر جیسا کہ آپ نے خود تسلیم کیا ہے انبیاء کو ان سے ایک مابہ الامتیاز ہے انکی پیشگوئیاں قوموں کے بننے اور بگڑنے کے متعلق ہوتی ہیں اور پھر وہ صرف اخبار عن الغیب ہی نہیں ہوتیں بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر یوں کروگے تو یوں ہوگا اور یوں کروگے تو یوں یہ ایک ایسا امر ہے جس میں الٰہی اقتدار اور جلال پایا جاتا ہے۔ الحمدللہ کہ یہ بات سیدنا مسیح موعود کی پیشگوئیوں میں پائی جاتی ہے پھر آپنے قرآن مجید کو بطور ایک معجزہ پیش کرکے اس کے بے مثل

ہونے اور اسکی نظیر نہ لاسکنے کو بھی نبوت کا امتیازی نشان ٹھہرایا ہے چونکہ ہمارے مسیح موعود کی نبوت نبوت محمدیہ سے مستفاض اور مکتسب ہے اسلئے آپکو بھی ظلّی طور سے یہ معجزہ ملا۔ اور آپنے بہت سی کتابیں عربی میں ایسی شایع کیں جن کی نسبت مخالفین کو چیلنج دیا گیا ہے۔ کہ وہ اسکا معارضہ کریں مگر عرب و عجم کے مشاہیر علماء سے کوئی نہ اٹھا جو یہ مقابلہ کر سکے ہاں لو نشاء لقلنا مثل ھذا کہنے والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بہت تھے اور اب بھی ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ مختصر تحریر مولوی نیاز محمد خان صاحب کے غور و تدبر کے لئے کافی ہوگی اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ اسپر کیا اعتراض کرتے ہیں آیا اپنے اصول مسلمہ پر قائم رہتے ہیں یا اپنی تردید خود اپنی زبان قلم سے فرماتے ہیں۔

ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

پیغامی صید شاہین نامی کامی کہتے ہیں کہ بیشک حضرت اقدس کے بیٹے مرزا بشیر احمد صاحب مرزا شریف احمد صاحب اور پھر (سیدنا و امامنا) مرزا محمود احمد صاحب بشارت کے مطابق ہوئے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صالح اور قائم علی الحق اور داعی الی الحق رہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر وہ کھلا کھلا کہتے ہیں کہ یہ تینوں بیٹے گمراہ اور مسیح موعود کے بارے میں غلو کر کے ضالین میں داخل ہو چکے ہیں اور اسوقت یہود و نصاریٰ کی تلاش کرنے کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ قادیان میں اور خود مسیح موعود کے اہلبیت میں موجود ہیں یہ سب کچھ مرزا عبد الکریم پوچھ والے اور مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حال ہی میں لکھا ہے ان کو واضح ہو کہ آئینہ کمالات اسلام میں حضرت اقدس فرماتے ہیں۔ قد اخبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج و یولد لہ ففی ھذا اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولداً صالحاً یشابہ اباہ ولا یاباہ و یکون من عباد اللہ المکرمین (ص ۵۷۸) رسول اللہ صلعم نے خبر دی کہ مسیح موعود نکاح کریگا اور اسکو اولاد دی جائے گی اور اسمیں اشارہ ہے۔ کہ

اللہ اسے ولد صالح دیگا جو اپنے باپ کے مشابہ (باپ کا مثیل) ہوگا۔ اور اسکے خلاف نہ ہوگا۔ اور اللہ کے بزرگ بندوں میں سے ہوگا۔"

اب سوال یہ ہے کہ مسیح موعود نے نکاح کیا یا نہیں پھر اس سے اولاد ہوئی ہے یا نہیں۔ اب اگر تمام بچے اپنے باپ کے خلاف عقاید شائع کر رہے ہیں اور اس راہ پر گامزن ہیں جن پر ان کا مقدس باپ تھا تو کیا دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنے نہیں کہ یہ پیشگوئی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت مرزا صاحب کے حق میں پوری نہیں ہوئی کیونکہ اگر پیشگوئی پوری ہوتی تو ضرور تھا کہ ولد صالح بھی اس نکاح سے پیدا ہوتا جو سیرت میں اپنے باپ کا مثیل ہوتا اور ذرا بھی اسکے خلاف نہ ہوتا بلکہ اللہ کے مکرم معظم بندوں میں سے ہوتا۔ جب پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو حضرت صاحب کے مسیح موعود ہونے میں شک ہوگیا جو صحیح نہیں پس ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق صالح اولاد دی جو صحیح عقائد اور صالح اعمال والی ہے۔ پھر حضور اسی کے ساتھ عام قانون کے رنگ میں فرماتے ہیں:۔

ان اللہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصالحین۔ (صفحہ ۵۷۹) آئینہ کمالات

اللہ تعالےٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت اسی صورت میں دیتا ہے کہ صحیح عقاید اور نیک اعمال والی اولاد مقدر ہو پس یہ تو تم بھی مانتے ہو کہ ہر بیٹے کی بشارت قبل از وقت دی گئی ہے اور تم نہ مانو خود مسیح موعود فرماتے ہیں "ہر اک تیری بشارت سے ہؤا ہے" اب بتاؤ کہ اگر یہ بیٹے صحیح عقائد پر قائم نہیں بلکہ نہ صرف خود گمراہ بلکہ گمراہ کرنے والے ہیں تو کیا دوسرے الفاظ میں اسکا یہ مطلب نہیں کہ مسیح موعود اپنے دعویٰ میں صادق نہیں تھے۔ نبی ہونے سے تو پہلے ہی انکار ہے اب ولی بھی نہ رہے کیونکہ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت دیتا ہی نہیں جب تک کہ ان کا صحیح العقاید وصالح الاعمال ہونا مقدر نہ ہو۔ اب آپکی اولاد مشرک اور غلط عقائد کو پھیلانے والی ہے۔ تو آپ نبی ہے نہ ولی اور یہ باطل امر ہے۔ پس یہی صحیح ہے کہ پیغامی ضلالت پر قائم ہیں اس کا جواب اگر کچھ ہے تو دیں۔

غیر احمدی کا جنازہ

اس جنازہ کے جواز کیلئے سنہ ۱۹۰۲ء کی ایک ڈائری پیش کی جاتی ہے۔ . . . .

مگر اسکی تشریح ۲۴ ر اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کے البدر میں کیگئی ہے جس کی بعینہٖ نقل دی جاتی ہے۔

"فرمایا اگر متوفی بالجہر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اسکا جنازہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا کی پاک ذات ہے۔" فرمایا جو لوگ ہمارے مکفر ہیں اور ہم کو صریح گالیاں دیتے ہیں۔ ان سے السلام علیکم مت لو۔ اور نہ ان سے ملکر کھاؤ۔ ہاں خرید و فروخت جائز ہے اسمیں کسی کا احسان نہیں"

"جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ ادہر کا اور نہ ادہر کا ہوں اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے۔ اور

جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں انکو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے ایسے لوگ اصل میں منافق طبع ہوتے ہیں انکا یہ اصول ہوتا ہے کہ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام ان لوگوں کو خدا سے تعلق نہیں ہوتا بظاہر کہتے ہیں کہ ہم کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے مگر یاد رکھو کہ جو شخص ایک طرف کا ہوگا۔ اس سے کسی نہ کسی کا دل ضرور دکھے گا۔"

(البدر نمبر ۱۴ جلد ۲۔ ۲۴ ر اپریل سنہ ۱۹۰۳ء)

اصل حکم یہ ہے کہ مرنے والا اگر مکذب نہ ہو تو اسکا جنازہ پڑھ لیں اور اس سے آگے تشریح فرمائی کہ مکذب کون ہے؟

۱۔ جو شخص نہ اِدہر کا ہے (یعنی احمدی) نہ اُدھر کا (یعنے غیر احمدی۔ اور یختہ غیر احمدی وہی ہوگا جو اپنے علماء کے فتوی کے موجب حضرت مسیح موعود کو کافر کہے گا۔ یا انہیں اپنے دعوی میں (نعوذ باللہ) کاذب و مفتری ٹھہرائیگا یا گمراہ قرار دیگا) وہ بھی مکذب ہے۔

۲۔ جو شخص مصدق نہیں یعنی بیعت نہیں کرتا مگر کہتا ہے کہ میں انہیں اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے اور منافق طبع ہیں ایسے اشخاص کا جنازہ بھی جائز نہیں۔

اب فرمائیے تیسری قسم کونسی رہ گئی جس کے جنازہ کے متعلق فتوی پوچھا جاتا ہے جو مکفر ہے

اسکا جنازہ تو بہ اتفاق فریقین ناجائز ہے جو حضرت اقدس کی تکذیب کرتا ہو آپ کو دعوے میں جھٹلاتا ہو یعنی آپکو مفتری جانتا ہے یا گمراہ کہتا ہے اسکا جنازہ بھی جائز نہیں۔ باقی ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم انہیں اچھا جانتے ہیں مگر بیعت نہیں کرتے۔ انکی نسبت بھی حضور فرماتے ہیں۔ کہ اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے اور مخالف اور منافق طبع پس اسکا جنازہ بھی جائز نہ ہؤا۔ اور باقی چوتھی قسم اگر کوئی ہے تو پیش کیجئے اسکے متعلق حضرت صاحب کا حکم دکھایا جائے۔

مسئلہ کفر کے متعلق ایک نئی بات

"غیر مبائعین سے خطاب"

حضرت مسیح موعود کو جو کافر کہتے ہیں انکی نسبت حضرت اقدس علیہ السلام آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۶ میں فرماتے ہیں۔

"میں جانتا تھا کہ مسلمانوں سے ملاعنہ جائز نہیں مگر اب مجھکو بتلایا گیا کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہو اور اسکو اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پاکر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا۔ وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے"

یعنے کافر کہنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں (باوجود اہل قبلہ اور کلمہ گو ہونے کے) پھر حضرت اقدس حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ میں فرماتے ہیں۔

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے کو اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے"

اس سے ثابت ہؤا کہ مسیح موعود کو نہ ماننے والے بھی اسلامی شریعت کے فتوے کے رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اگر کسی کو اسپر اعتراض ہو تو پیش کرے۔

"کامل نبی"

نمبر ۲

(گذشتہ سے پیوستہ)

تشحیذ الاذہان بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں خاکسار کا ایک مضمون "کامل نبی" کے عنوان سے شائع ہوا ہے چونکہ مضمون کی نوعیت چاہتی ہے کہ مضمون اپنے اندر بھی کامل ہو لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں چند ایک اور حوالے یہاں درج کر دوں جو اگلے مضمون میں درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ آج کے مضمون میں صرف دس حوالے اور درج کرتا ہوں امید ہے کہ ناظرین ان حوالوں کو اگلے مضمون کے حوالوں کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی تکلیف گوارا فرماوینگے اور وہ حوالے حسب ذیل ہیں۔

(حوالہ نمبر ۲۶) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی یعنے منعم علیہم پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے اور **آخری اینٹ** کے ساتھ بنا کو کمال تک پہنچادے۔ پس میں وہی اینٹ ہوں × × × اور میں منعم علیہم گروہ میں سے **فرد اکمل کیا گیا ہوں**"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲)

اگر کسی کو ضد اور تعصب نے اندھا نہیں کر دیا تو وہ ضرور اس حوالہ کو پڑھکر ہماری اس بات کی سچے دل سے تصدیق کریگا کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔ کیونکہ قرآن کے رُو سے منعم علیہم گروہ نبی صدیق شہید اور صالح کا گروہ ہے پس مسیح موعود منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل ہونے کی وجہ سے نبی ہیں اور کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۲۷) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"وہ جو منعم علیہم کے وارث ہوئے ان میں سے بعضوں نے انعام سے حصہ نہ پایا۔ مگر تھوڑا سا حصہ عقاید اور احکام میں سے انکو ملا۔ اور اسی پر انہوں نے قناعت کی اور بعض ان میں سے درمیانی چال والے ہیں اور وہ اسی اپنی چال پر کھڑے ہو گئے اور تکمیل اور کمال کے درجہ تک نہیں پہنچے اور ان میں سے **ایک فرد** ہے کہ خدا

نے اسکو چنا اور امام بنایا اور اسکو کامل کیا اور نیکیوں میں اسکو مرتبہ سبقت بخشا۔ اور وہ چن لیتا ہی جس کو چاہتا ہے اور درجوں سے مخصوص کرتا ہے پس وہی مخصوص وہی مسیح موعود ہے جو اس قوم میں ظاہر ہؤا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۰۵)

اس حوالہ سے تین باتوں کا پتہ لگتا ہے۔

(اول) یہ کہ مسیح موعود ہی وہ فرد مخصوص ہی جسکو خدا نے کامل نعمت سے حصہ بخشا ہے۔ یعنے کامل نبی بنایا ہے۔

(دوم) یہ کہ مسیح موعود کے علاوہ امت محمدیہ میں ہرگز کوئی شخص نبی کہلانے کا مستحق نہیں

(سوم) یہ کہ مسیح موعود کے علاوہ دوسرے تمام لوگوں کو نعمت سے کامل حصہ نہیں ملا۔ مگر تھوڑا

(حوالہ نمبر ۲۸) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ہمارے نبی کی روحانیت کا زمانہ پانچویں ہزار سے شروع اور چھٹے ہزار کے آخر تک **کامل ہؤا**۔ اور اسکی طرف خدا تعالےٰ کا قول اشارہ کرتا ہے کہ لیظھرہ علی الدین کلہ × × ×" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۴)

پھر آگے چل کر فرمایا:۔

"ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اُس روحانیت کی ترقیات کا انتہیٰ نہ تہا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنے اسوقت **پوری طرح سے تجلی فرمائی**۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷)

اس حوالہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود واقعی اور حقیقی معنوں میں نبی تھے اور کامل اور مکمل نبی تھے۔

کیونکہ اگر آنحضرت صلعم اجمالی صفات کی روحانیت کے ساتھ کامل نبی تھے تو بلاشبہ مسیح موعود جو آنحضرت صلعم کی روحانیت کی کامل اور پوری تجلی کے مورد ہیں کامل نبی ہوئے۔

(حوالہ نمبر ۲۹) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"آثار میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چھٹے ہزار میں مبعوث ہوئے۔ چنانچہ

آنجناب کی بعثت قطعاً اور یقیناً پانچویں ہزار میں تھی پس شک نہیں کہ یہ اشارہ ہے تجلّیٔ تام کے وقت کی طرف اور استیفاء مرام کی طرف اور روحانیت کے ظہور کے کمال کی طرف اور جہان میں محمدی فیوض کے موج مارنے کے دنوں کی طرف۔ اور یہ چھٹے ہزار کا آخر ہے جو زمانہ کہ مسیح موعود کے لئے مقرر ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۹)

اس حوالہ میں "تجلّی تام اور "روحانیت کے ظہور کے کمال" کے الفاظ قابل غور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود واقعی کامل نبی تھے۔ کیونکہ ان دو باتوں سے آنحضرت صلعم بھی کامل نبی تھے

(حوالہ نمبر ۳۰) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"کمالات متفرقہ جو تمام انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب حضرت رسول کریم میں بڑھکر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہمکو عطا کئے گئے اسلئے ہمارا نام آدم۔ ابراہیم۔ موسیٰ نوح۔ داؤد۔ یوسف۔ سلیمان۔ یحییٰ عیسیٰ وغیرہ ہے × × × × × × × پہلے تمام انبیاء ظلّ تھے۔ نبی کریم کی خاص خاص صفات میں۔ اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں"

(الحکم اپریل ۱۹۰۲ء)

اس کلام مسیح موعود میں بعض فقرات توجّہ طلب ہیں۔

(اول) تو یہ کہ تمام کمالات متفرقہ انبیاء علیہم السلام حضرت نبی کریم میں سب سے بڑھکر تھے اور پھر یہی تمام کمالات کے سب مسیح موعود میں موجود ہیں۔ یا یوں کہو کہ مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ ہے۔

(دوم) یہ کہ تمام انبیاء ظلّ تھے نبی کریم کی خاص خاص صفات کے مگر مسیح موعود تمام صفات میں نبی کریم کے ظلّ ہیں۔ پس اس سے بھی صریح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۱) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم

کیا جائیگا۔ یعنے اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

(حوالہ نمبر ۳۲) حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جسقدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی **شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی** × × × × × × × × × پس اسوجہ سے نبی کا نام پانیکے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں × × × × × × × × × × اسلئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت **کو پورے طور پر** پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جاوے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

اس عبارت کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو نبوت کی نعمت سے کامل حصہ ملا ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۳) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ... الخ سے ظاہر ہے **اور رسول سے** مراد اسجگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں **اور مسیح موعود بھی مراد ہے۔"** (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷۶)

اس حوالہ کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود من حیث النبوۃ ویسے ہی کامل نبی تھے جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔ کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود نے لفظ رسول سے اپنا مراد لینا انہی معنوں میں لیا ہے جن معنوں میں حضرت نبی کریم کو اور کون نہیں جانتا کہ حضرت نبی کریم کامل نبی تھے۔ پس حضرت مسیح موعود بھی کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۴) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کا فضل اس مسیح سے مجھ پر زیادہ ہے جو مجھ سے

پہلے گزر چکا ہے میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اسکے آئینہ میں ہوا تھا۔" (خط بنام ڈوئی مندرجہ مکتوبات احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۲۰)

اب اگر مسیح ناصری باوجود مسیح موعود سے کم فضیلت رکھنے کے اور باوجود خدا کی کمتر تجلی پانے کے کامل نبی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسیح موعود جو مسیح ناصری سے افضل اور بہت زیادہ بڑھکر اور خدا کی وسیع تجلی پانے والا ہے وہ کامل نبی نہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۵) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود کی وحی و تعلیم و بیعت مدار نجات ہے

جیسے کہ فرمایا:۔

"خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اسکو **مدار نجات** ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ حاشیہ)

نجات بجز پیروی نبی کامل کے حاصل نہیں ہو سکتی

جیسے کہ فرمایا:۔

"کامل توحید جو سرچشمہ نجات ہے بجز **نبی کامل کی پیروی کے حاصل** ہو ہی نہیں سکتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۸)

پھر فرمایا:۔

"خدا نمائی **کا آئینہ میں ہوں**۔" (نزول المسیح صفحہ ۸۴)

پھر فرمایا:۔

"میرا آنا خدا کے **کامل جلال** کے ظہور کا وقت ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی پیروی سے ہی کامل توحید جو سرچشمہ نجات ہے مل سکتی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود ہی خدا نمائی کے اسوقت آئینہ ہیں اور وہی ہیں جنکی بیعت اور تعلیم اور وحی کو خدا نے مدار نجات ٹھہرایا ہے پس چونکہ آپکی پیروی سے نجات وابستہ ہے اور نجات بجز نبی کامل کی پیروی کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی لہذا بموجب عبارت صریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۸ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔ **(سعدی لاہوری)**

میں کون ہوں

از حضرت مسیح موعود



(۱) نبی کا نام پانے کے لئے (صرف) میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں) اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ حقیقۃ الوحی) صہ ۳۹۱

(۲) میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جسکا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے (نزول المسیح صہ ۴۸)

(۳) میں رسول اور نبی ہوں باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جسمیں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ (حاشیہ نزول المسیح صہ ۴۸)

(۴) ہمارا دعوی ہی کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (بدر مارچ ۱۹۰۸ء)

(۵) اُس واسطہ کو ملحوظ رکھکر اور اسمیں ہو کر اور اسکے نام محمد اور احمد سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۶) میں اس خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اسی نے میرا نام نبی رکھا ہی اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۶۸)

(۹) اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں اسکے نمونے ظاہر کئے جائیں سو وہ میں ہوں (براہین احمدیہ حصہ پنجم ۹۰)

(۱۰) خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں (نزول المسیح)

(۱۱) میں احمد مہدی ہوں۔" (خطبہ الہامیہ صہ ۲۴)

(۱۲) میں منعم علیہ گروہ سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔" (خطبہ الہامیہ صہ ۱۱۳)

(۱۳) اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا اسمیں میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو۔ (خطبہ الہامیہ صہ ۱۸۱)

(۱۴) میں بموجب آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے ... میرا نام محمد و احمد رکھا ہی اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۵) میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جسکو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا" (خطبہ الہامیہ صہ ۱۹)

(۷) میں تحقیق مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں" (خطبہ الہامیہ صہ ۸۵) (۱۶) میں خاتم الاولیاء ہوں مجھ بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔" (خطبہ الہامیہ صہ ۳۵)

(۸) سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں۔ (فتح البلاغ صہ ۱۳) (۱۷) میں حکم اور عدل ہو کر آیا ہوں" (خطبہ الہامیہ صہ ۵)

(خاکسار محمد سعید سعدی)

حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کا ثبوت

اثبات نبوت نبی کریم صلعم کے بعد

خاتم الانبیاء کے بعد نبی آنے کی پہلی دلیل

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے یا نہیں اسکے متعلق اللہ تعالے سورہ اعراف ع ۴ میں یوں فرماتا ہے یٰبَنِیٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ یعنی اے بنی آدم تمہارے پاس رسول آئینگے جو تمہیر میری آیتیں بیان کرینگے یہ آیت حضرت نبی کریم پر نازل ہوئی جس میں انبیاء کی آمد کے متعلق اللہ تعالے نے ایک وعدہ دیا ہی اگر انبیاء کا سلسلہ منقطع ہونا تھا تو کیا نعوذ باللہ اُسنے یہ آیت یونہی فضول اتاری۔ یا نعوذ باللہ اسکو یہ بات ہی بھول گئی تھی کہ نبی کسی نے بھی نہیں آنا۔

اس آیت میں بنی آدم سے کیا مراد ہے؟

پھر یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالے نے پہلے کبھی آدمؑ یا انکی اولاد سے یہ وعدہ کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے نہیں تو اسکے دو جواب ہیں (ا) اگر پہلوں کے لئے تھا تو یہاں بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی ہی قرآن مجید کوئی تاریخ کی کتاب نہیں وہ تو نور ہدایت ہے اگر کوئی پچھلا واقعہ بیان کرتا ہے تو وہ بھی اسلئے کہ اس امت میں بھی ایسا ہی ہونے والا ہے نعوذ باللہ فضول قصے بیان کرنا قرآن کا کام نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ دعویٰ دلیل سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس سے آگے پیچھے سب احکام اسی امت محمدیہ کے لئے بیان فرمائے ہیں چنانچہ یہ حکم کہ یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ پھر یٰبَنِیٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَیْرٌ ۔ یہ خطاب اللہ تعالے نے اس امت کی اصلاح کیلئے

مدّنظر رکھکر فرمائے ہیں۔ بنابریں مفسرین نے بھی یک زبان ہوکر اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ آیتیں جو اس سے پہلے آئی ہیں وہ سب اسی امت کو مخاطب کر کے فرمائی گئی ہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر اس آیت میں بعض پچھلے واقعات کا ذکر کرنا مدنظر ہوتا تو جیسے اللہ تعالےٰ نے اول پچھلے واقعات کو بیان کرتے ہوئے اشارات رکھّے ہیں انہیں قرائن میں سے اسکے پہلے بھی کوئی نہ کوئی قرینہ آتا لیکن یہاں مطلق یہ بات نہیں مثلاً اللہ تعالےٰ نے واذ قلنا سے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں یا قلنا یا واذ قال اللہ ہے اور یہاں یہ بات نہیں پس اس قرینہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اسی امت محمدیہ کے لئے ہے۔

یہ رسل ظلّی و بروزی نبی ہوں گے۔

پھر اس میں ایک بات ایسی بیان فرمائی کہ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں یہ حکم اسی امت محمدیہ کے لئے ہے وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ انبیاء موعودین جو اس امت میں تشریف لائینگے وہ مستقل انبیاء (یعنے براہ راست نبوت پانیوالے) کی صورت میں نہیں آئینگے اور حقیقی نبوت کا سلسلہ بھی آپ کے بعد بند ہے یعنے آنحضرت صلعم کے بعد تشریف لانے والے انبیاء نہ تو براہ راست نبوت پائینگے نہ کوئی نئی شریعت لائینگے بلکہ شریعت تامہ جو آنحضرت کو عطا ہوئی اسی کو تازہ کرنیکے لئے آئینگے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم ہی کے فیوض سے بہرہ ور ہوکر بطور آپ کے ظل یا بروز کے پہلی ہی شریعت کو جو رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں سے محو ہوجائے گی دوبارہ دنیا میں پھیلائینگے اسی وجہ سے یقصّون فرمایا کیونکہ مستقل نبیوں کی نسبت قرآن مجید نے یتلون کی اصطلاح مقرر فرمائی ہے اور ظلی و بروزی نبی کے لئے یقصون کی ہے اسلئے کہ قصہ وہی ہوتا ہے۔ جو پہلے کسی سے روایت شدہ ہوتا ہے پھر اگر کوئی اور آدمی کسی شخص کو وہی قصہ سناتا ہے تو اسکے لئے عربی زبان میں قصّ کا لفظ مقرر ہے

خاتم الانبیاء کے بعد نبی آنے کی دوسری دلیل

دوسری دلیل آنحضرت کے بعد نبی کے آنے کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم میں ہمیں ایک دعا سکھائی جو ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ نماز پنجگانہ میں اسکو پڑھے پھر اللہ تعالےٰ نے سورہ نساء میں اسکی تشریح یوں فرمائی ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا (النساء ع ۹) یعنی وہ لوگ جنکے درجات کے حصول کے لئے ہم نے تم کو سورہ فاتحہ میں

ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء۔ صالحین۔ لیکن ایک بات ہے وہ یہ کہ ان مراتب کے حصول کا ذریعہ آنحضرت ہی کی اطاعت[1] ہے پس تم اسی کے ذریعہ یہ مراتب حاصل کر سکتے ہو۔ یہاں اس امر کا بھی فیصلہ کر دیا کہ نبی کریم کے بعد مستقل نبی کوئی نہیں آسکتا ہاں آپ کی اطاعت سے بروزی رنگ میں آسکتا ہے اب یہ کہنا کہ امت محمدیہ میں کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد نہیں سکتا محض جہالت ہے

تیسری دلیل پھر اللہ تعالےٰ نے سورہ صٰفٰت میں بہت سے نبیوں کا ذکر فرما کر بار بار فرماتا ہے کہ کذالک نجزی المحسنین لیکن افسوس کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو ایسی کثیر تعداد میں ہے کہ آنحضرت نے خود فرمایا کہ انی اکاثر بکم الامم اور باوجود اسکے کہ اللہ تعالےٰ نے جعلنا کم امۃ وسطاً اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس فرمایا ایک بھی ایسا فرد کامل نہ ہو جسے پورے طور پر یہ نعمت دیگئی ہو تعجب ہے حیرت ہے افسوس ہے کہ اس دعا کو پڑھتے پڑھتے صدہا سال گزر گئے لیکن ابھی تک جس بات کی دعا مانگی گئی وہ کسی کو نہ حاصل ہوئی اور کوئی بھی اس انعام کا مستحق نہ ہوا نعوذ باللہ من ذالک حضرت موسیٰ نے تو اپنی قوم سے کہا کہ یٰقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء۔ لیکن مثیل موسیٰ کی امت کو باوجود ایک خاتم النبیین کے درجہ پانے والے نبی کی امت ہونے اور امۃ وسطاً اور خیر امۃ کا خطاب پانے کے اس انعام کا چہرہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا کیا اس میں خود آنحضرت کی کسر شان لازم نہیں آتی کہ آپکو تو اللہ تعالےٰ نے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء کا خطاب دیا لیکن کمالات نبوت کے فیوض جو اور نبیوں کی امتوں کو عطا ہوئے آپکی امت اس سے محروم ہے۔ اس سے حضرت موسیٰ کی امت میں تو ہزاروں نبی آئیں لیکن مثیل موسیٰ جو موسیٰ سے بدرجہا افضل ہے اسکی ظلیت میں ایک نبی آنے کی بھی گنجائش نہ ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ مثلاً ایک معلم تو ایسا ہے جس سے علم سیکھ کر کئی لوگ عالم بن سکتے ہیں اور دوسرا ایسا ہے کہ جس سے علم حاصل کرکے کوئی شخص قطعاً ایک معمولی عالم ہونے کی بھی امید نہیں رکھتا پس ظاہر ہے کہ ان میں سے پہلا دوسرے کی نسبت بدرجہا افضل ہے تو اس قاعدے کے موجب خود آنحضرت بلکہ آپکی شریعت کا نقص لازم آتا ہے۔

خاتم النبیین کے کیا معنے اب مخالفوں کے اسپر دو اعتراض پڑتے ہیں ایک خاتم النبیین

---

[1] یہی وجہ ہے کہ ومن یطع اللہ ورسلہ نہیں فرمایا بلکہ الرسول فرمایا یعنے جو اللہ کی اور اس خاتم النبیین کی پیروی کریگا وہ حسب استعداد نبی یا صدیق یا شہید یا صالح ہو جائے گا ۱۲

کا اور دوسرا لا نبی بعدی والی حدیث کا جسے اکثر پیش کرتے ہیں۔

سو پہلے کا تو یہ جواب ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ خاتَم ہے نہ کہ خاتِم پس ہم مانتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ہیں یعنی انبیاء کی مُہر تھے اسمیں اللہ تعالےٰ نے یہ بتایا ہے کہ جیسے گذشتہ انبیاء کی نبوت آپکی تصدیقی مہر سے ثابت ہوتی ہے ایسے ہی آئندہ بھی آپکی اتباع ہی میں انبیاء آسکتے ہیں اور مستقل یعنی براہِ راست نبوت پاکر کوئی نبی نہیں آسکتا جب تک کہ آپکی اسکے متعلق تصدیق نہ ہوگی کلی طور پر نبوت آپ ہی کو عطا ہوئی پہلے پچھلے انبیاء سب جزوی نبوت لیکر آئے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپنے فرمایا کُنتُ نبیًّا وآدم بین الماء والطین میں نبی تھا اور آدم پانی اور طین کی حالت میں تھا۔ پس مہر سے یہ مراد ہے کہ آئندہ بھی آپکی تصدیق سے ہی نبی ثابت ہونگے۔ اور مہر اعتبار کے لئے ہی ہوا کرتی ہے اسی بنا پر قرآن کریم کا دعوےٰ ہے کہ مصدقًا لما بین یدیہ دوسرا اسکا یہ جواب ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالےٰ نے نبی کریم کے لئے مقام مدح میں فرمایا ہے اب اس سے انبیاء کا سلسلہ منقطع سمجھنے کی صورت میں تو آپکی نعوذ باللہ مذمت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ماکان محمد ابا احدٍ من رّجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیّین یعنے آنحضرت کا یوں جسمانی بیٹا جیسے تم زید کو بتلاتے ہو کوئی نہیں لیکن ہاں خاتم النّبیّین یعنے روحانی تعلق سے جو کوئی بھی اسکے رنگ میں رنگین ہوگا وہی اسکا بیٹا ہے یہ اسلئے فرمایا کہ مشرک آپکو ابتر کا خطاب دیتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے تردیداً فرمایا کہ ہرگز آپ ابتر نہیں ہیں کیونکہ آپکا فیضان بہت وسیع ہے۔

آپکے بعد میں آپکے ہزاروں فرزند مجدّدین خلفاء اولیاء ہیں جو آپکی روحانی ورثہ لینے والے ہیں پھر وہ ولیعہد ہے جو آپ کے تمام کمالات وفضائل کا وارث ہے پس آپ ان سب کے روحانی باپ ہیں۔

لا نبیّ بعدی کے کیا معنے ہیں

پھر لا نبی بعدی والی حدیث کے کئی جواب ہیں اوّل یہ کہ میں پیچھے ثابت کر آیا ہوں کہ اس امت میں انبیاء کا آنا ایک ضروری اور لامحالہ امر ہے۔ دوم یہ کہ حضرت مسیح آخر زمان جن کی نسبت نبی کریم اور ہزارہا اولیاء کرام اور انبیاء عظام خبر دیتے آئے وہ بھی آپکے بعد ہی آنے والے ہیں اور وہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ نبی اللہ ہیں۔ سوم پھر نبی کریم کی یہ حدیث کہ لو کان ابراھیم حیًّا لکان نبیًّا۔ یہ سب باتیں اس

حدیث کے نقیض واقع ہیں تو پھر ہمیں کوئی ایسا طریقہ ڈھونڈنا چاہئے کہ جس کی رُو سے ان میں تطبیق ہو جاوے سو غور کرنے سے ہمیں پتہ لگ جاتا ہے کہ نبی کریم کی یہ حدیث کس موقعہ پر اور کس لئے بولی گئی مشکوٰۃ میں یہ سب قصہ آتا ہے ایک دفعہ حضرت نبی کریم کو کسی جنگ پر تشریف لے گئے آپ مع تمام صحابہ کے روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئے اور چونکہ پیچھے تمام صحابہ اور نبی کریم کے اہلبیت کے لئے کوئی خادم خاص نگران نہ تھا اسلئے آپ نے مناسب سمجھا کہ حضرت علی کو پیچھے چھوڑ جائیں جب حضرت علی رضؓ کو یہ خبر ملی کہ میں ایک جنگ میں شمولیت سے محروم رہ جاؤنگا تو وہ غمناک ہوئے اسپر آنحضرت نے حضرت علیؓ سے یہ الفاظ کہے یا علی اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (اے علی کیا آپ راضی نہیں کہ آپ میرے پیچھے ایسے ہی رہیں جیسے ہارون موسیٰ کے پیچھے رہے تھے) کئی باتوں میں حضرت علی رضؓ ہارون کے مشابہ ہو سکتے تھے جیسے ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی تھے حضرت علی بھی بھائی تھے لیکن سگے نہ تھے چچیرے تھے جیسے حضرت موسیٰ ہارون کو اپنے پیچھے قوم کا نگہبان مقرر کر گئے تھے آپ نے بھی حضرت علی کو اس بات کے لئے مقرر فرما دیا لیکن ایک ایسی بات تھی جو ہارون میں تو پائی جاتی تھی اور حضرت علی میں نہ تھی وہ یہ کہ حضرت ہارون تو نبی تھے جیسے قرآن سے ثابت ہے وھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیاً اور حضرت علی نبی نہ تھے اسلئے نبی کریم نے فرمایا کہ حضرت ہارون تو نبی تھے لیکن لا نبی بعدی تم میرے پیچھے نبی نہیں ہو۔

چہارم حضرت عایشہ مجمع البحار جو حدیث کی لغت ہے۔ اسکی آخری جلد کے تکملے میں فرماتی ہیں۔ نبد کی تشریح کے نیچے) قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنے جو لوگ کرتے ہیں بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ انکے رُو سے حضرت عایشہ کے قول کی تردید ہوتی ہے

پنجم۔ اس حدیث کے معنے حضرت مسیح موعود نے خود کئے ہیں کہ لا نفی کمال کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلعم کی اس حدیث کے معنے لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب میں صلوٰۃ خداج (ناقص) کئے ہیں پس لا نبی بعدی کے یہ معنے ہوئے کہ میرے بعد نبوت کاملہ تامہ (جو وحی شریعت کی حامل ہوتی ہے) والا نبی یعنے صاحب شریعت نبی کوئی نہ آئے گا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر نفی جنس ہی کے معنے لئے جائیں۔ تو اس سے ہر ایک قسم کا نبی

ساقط ہو جاتا ہی پس مخالف جو ایک مستقل رسول یعنی مسیح بن مریم کو خاتم النبیین کے بعد لاتے ہیں۔ وہ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس سے لازم آیگا کہ اُسے بھی نہ مانا جائے اور پھر ان معنوں سے نبی کریم کے اس قول کی کہ سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔ تردید ہوتی ہے نیز آپ کا یہ ارشاد خلاف واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کیونکہ جب نفی جنس ہو تو ضرور ہے کہ مبشرات کا سلسلہ بھی بند ہو جائے پس ہمیں ضرور اسکے معنے اُس موقع کے مطابق جب آپ نے یہ حدیث فرمائی کرنے چاہئے جو یہ ہیں کہ حضرت علی میرے بعد ہارون کی حیثیت میں ہیں مگر نبی نہیں اور یہ کہ صاحب نبوت کاملہ تامہ یعنے نئی شریعت لانے والا نبی آپ کے بعد نہیں آیگا۔ بلکہ جو آیگا آپکی اتباع یا ظلیت میں پہلی ہی شریعت کو بیان کرنے والا ہوگا۔

مسیح موعود کس شان کا نبی ہے

واضح ہو کہ نبی کریم کو خدا تعالےٰ نے وہ شان بخشی ہے کہ اس شان کا اور کوئی نبی نہیں آیا جیسے آپ فرماتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے امت مرحومہ محمدیہ کے علماء بھی شریعت موسوی کے انبیاء کے بعض کمالات حاصل کرینگے پس جو مثیل ہونے کے علاوہ خود نبی ہو وہ بدرجۂ اولیٰ ان سب سے بہتر ہوگا پھر آپکو وہ فضیلت اللہ تعالےٰ نے دی ہے کہ جو خاتم الانبیاء سے ظاہر ہے پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے عَلَّمَہٗ شدید القویٰ ذو مرۃٍ فاستویٰ پھر فرمایا ثم دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ پھر پہلے انبیاء تو ایک ایک قوم کی طرف ایک خاص غلطی کو جو اُن میں موجود ہوتی تھی دور کرنے آئے اور ہمارے نبی کریم تمام جہان کی قوموں کی طرف تمام غلطیوں کے دور کرنے کے لئے تشریف لائے۔ چنانچہ سورہ شوریٰ میں سب سے آخر اللہ تعالےٰ نے آنحضرت کو مخاطب کیا کہ تجھکو ایک کامل تعلیم دی گئی ہے اور کہہ کہ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا پہلی تمام شرائع اس شریعت کی ایک جزو تھیں کیونکہ وہ مختلف قوموں کیطرف ایک ہی وقت میں کئی کئی آئیں۔ اور یہ شریعت کامل ہے کہ ایک ہی شریعت کل اقوام عالم پر آئی اور تا قیامت یہی شریعت ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ و اوحی الیّ ھٰذا القراٰن لانذرکم بہٖ ومن بلغ تو اسوجہ سے آپ کی امت کا نبی بھی پہلے انبیاء سے افضل ترین مرتبہ رکھتا ہے اور وہ سب سے بڑا اور افضل ہے اور وہ سب سے بڑا اور افضل مسیح موعود ہے۔ جس کی نسبت آنحضرت نے فرمایا

کہ کیف انتم اذ نزل فیکم ابن مریم امامکم منکم یعنے تمہاری کیسی بہتر حالت ہوگی جبکہ تم میں مسیح ابن مریم اتریگا کیونکہ وہ حقیقت میں میری ہی دوسری بعثت ہوگی جیسے سورہ جمعہ واخرین منہم سے ظاہر ہے۔ کہ وہ نبی پہلے امیین میں مبعوث ہؤا پھر آخرین میں مبعوث ہوگا تقدیر عبارت یوں ہوئی۔

عیسےٰ ابن مریم امت محمدیہ سے آنیوالا ہے

اب میں یہ بتاؤنگا کہ یہ عیسےٰ ابن مریم آپنے مسیح موعود کو کہا اور یہ کہ پہلا مسیح آ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ فوت ہوچکا ہے۔ میں سب سے پہلے یہ بتاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کو عیسٰی بن مریم کیوں کہا کئی باتیں ہم کو مابین مشابہت کی ملتی ہیں (۱) یہ کہ اُس زمانہ میں سب سے بڑی قوم عیسائیوں کی ہوگی اور خاص اس قوم کے مقابلہ میں ایک جنگ روحانی آپکے ذریعہ ہوگی بات یہ ہے کہ جب کوئی نبی مرجاتا ہے تو اسکی قوم میں ضرور ایسے نقص پیدا ہوجاتے ہیں جو بڑھتے بڑھتے ایسے ہوجاتے ہیں کہ اس نبی کی روح یہ حالت دیکھکر اللہ تعالےٰ سے التجا کرتی ہے کہ اے خدا تو مجھے ہی دوبارہ دنیا میں بھیج تا انکی اصلاح ہو۔ اسپر اسکی دعا کو قبول کرکے ایک اور نبی بھیجا جاتا ہے جو اس کام کو سرانجام دیتا ہے اب حضرت صاحبکا ایسا زمانہ ہے کہ جس میں تمام انبیاء کی قومیں راہ راست سے بھٹک کر دور جا پڑی ہیں لیکن ان کی ضلالت اتنا سخت نہیں ہے جتنی کہ مسیح کی قوم کی ہے کیونکہ دنیا میں زبردست قوم ان سے بڑھکر کوئی نہیں پیدا ہوئی اسلئے خاص اصلاح جو حضرت صاحب نے کرنی ہے وہ مسیح کی قوم کی کرنی ہے پس ؎ چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند۔ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند۔ کے ماتحت آپکو اسم مسیح سے موسوم کیا۔ پھر چونکہ اور بھی تمام قوموں کی اصلاح آپکے سپرد ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے کہ آپ امت محمدیہ کی اصلاح کرنے آئے محمد مہدی کہلائے اور اس لحاظ سے کہ یہود کی اصلاح کرنے آئے آپکو موسیٰ اور سلیمان کہا گیا لیکن خاص اصلاح جو کرنی ہے وہ نصاریٰ کی ہے اسلئے ابن مریم کہا گیا۔

(۲) دوسری وجہ عیسےٰ ابن مریم کہنے کی یہ ہے کہ جیسے مسیح ابن مریم شریعت موسوی کے آخر اور اسکی تکمیل کے لئے آئے اسطرح آپ بھی مثیل موسیٰ کی شریعت کے اشاعت ہدایت میں مکمل ہیں جیسے مسیح ابن مریم بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی طرح آپ نے بغیر کسی سلسلہ کے پیر کے روحانی تولید پائی اور ابن مریم کہلائے ؏

دگر استاد را نامے ندانم ✤ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

ابن مریم خود نہیں آسکتے

اگر ابن مریم خود آئیں تو اُن کے آنے سے نبی کریم کی نبوت اور آپکی تعلیم ناقصہ ثابت ہوتی ہی کیونکہ مسیح ناصری جزوی نبوت لیکر آئے تھے جیسے کہ حضرت موسیٰ کی تعلیم اور شریعت جزوی تھی یعنے صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے آیا ہوں اور یہ بھی آیا ہے۔ کہ ایک عورت آپکے پاس آئی اور کہا کہ مجھے بھی وہ کچھ سکھا جو کہ باپ نے تجھے دیکر بھیجا ہے لیکن جواب دیا کہ میں سؤروں کے آگے موتی نہیں ڈالتا سو صریحاً ظاہر ہے کہ آپ نے سوائے بنی اسرائیل کے اور کسی کو وہ شریعت نہ سکھائی جو انکو دی گئی تھی تو ایک جزئی نبی نبی کریم کی شریعت کی تکمیل کے لئے کس طرح آسکتا ہے جبکہ میں ثابت کر آیا ہوں کہ آنحضرت کی شریعت کاملہ کل دنیا کے لئے تھی پھر حضرت نبی کریم کی اسمیں ہتک شان بھی ہے کیونکہ اس طرح آپکی شریعت ایسی ثابت ہوتی ہے کہ جسے سیکھکر کوئی ایسا انسان نہیں پیدا ہو سکتا جو وہ شان حاصل کرے جو مکمّلِ شریعت موسوی کو حاصل ہوئی پس بلفظ دیگر یہ کہنا پڑیگا کہ شریعت محمدیہ ناقص شریعت ہے کہ باوجود تمام دنیا کے لئے ہونے کے ایک ایسا نبی جو جزوی شریعت کا مکمل ہؤا۔ اسکو اگر لیظھرہٗ علی الدین کلّہٖ کے مطابق پھیلاتا ہے اور خود یہ کسی ایسے انسان کو نہیں پیدا کر سکتی جو اس پیشگوئی کا مصداق بنے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس قاعدے کے ماتحت کیا وہ شریعت جو نبی کریم لائے افضل اور مفید ہے یا وہ شریعت جو حضرت موسیٰ لائے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو نئی شریعت کے آنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ پہلی بعد میں آنے والی سے بڑھکر ہے پس ضرور ہے کہ جو اس شریعت کی تکمیل اشاعت کیلئے آئے وہ مثیل موسیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی امت سے آئے نہ کہ موسیٰ کی شریعت کا پیرو کیونکہ اس صورت میں معلّم (آنحضرتؐ) کی کسر شان ہے

دوسری وجہ ابن مریم کے خود نہ آنے کی یہ ہے کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ سو اسکے متعلق بڑی عظیم الشان آیت سورہ مائدہ رکوع ۱۶ میں یوں آتی ہے کہ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ

تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۝

اسمیں ہمیں دو باتیں ملتی ہیں۔ (۱) عیسائیوں کا ردّ دیکھو حضرت مسیح نے خود اقرار کیا کہ مینے تثلیث نہیں سکھائی تھی۔ (۲) غیر احمدیوں کا ردّ یعنے وہ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ زندہ ہیں۔ پس حضرت مسیح یہاں پر دو زمانے بتلاتے ہیں (ا) آپ کا اپنی قوم میں شہید رہنے کا زمانہ اور وہ وفات سے پہلے تمام زمانہ پر مشتمل ہے کیونکہ اس کے بعد آپ فلمّا توفیتنی فرماتے ہیں نہ کہ فلمّا رفعتنی الی السماء اور دوسرا زمانہ وفات سے بعد کا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مینے اپنی وفات سے پہلے پہلے ان میں اس باطل عقیدہ کو نہیں پھیلنے دیا اور انکی ہر طرح سے نگرانی کرتا رہا ہوں۔ ہاں جب آپنے وفات دیدی تو اسوقت آپ ہی نگہبان تھے اگر بعد میں یہ عقیدہ پھیلا ہو تو آپ ہی کو معلوم ہوگا۔ پس حضرت مسیح کا پہلا قول یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ اپنی وفات سے پہلے ان کے نگران رہے ہیں اور نہ تثلیث کا عقیدہ آپکی حیات میں بالکل نہیں پھیلا۔ لیکن جب آپ اپنی قوم سے جدا ہوئے اور وہ جدائی وفات سے ہوئی ہے تو اسوقت نصاریٰ میں شرک پھیلا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا عیسائیوں میں تثلیث موجود ہے تو بداہتاً ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ جتنا زور ان میں اسکا ہے اتنا کبھی نہیں ہوا۔ تو ہر ایک سلیم الفطرت انسان کو ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح ضرور مطابق آیت مذکورہ وفات یافتہ ہیں۔ اسی طرح کنت انت الرقیب علیہم میں عیسائیوں کے بگڑنے سے اپنی لاعلمی جو حضرت عیسےٰ نے بیان کی تو اس سے یہ ثبوت ملگیا کہ آپ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مجھے معلوم نہیں میرے بعد کیا ہوا۔

لفظ توفّی کے متعلق واضح ہو کہ جب کبھی یہ فعل ہو اور فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو تو ضرور یقیناً روح قبض کرنے کے معنے ہوتے ہیں جیسے کہ لغت کا حوالہ دیتا ہوں توفاہ اللہ۔ اماتہ۔ توفّی فلان مات فاللہ المتوفّی والعبد المتوفّٰی

(منجد صفحہ ۸۲۱)

وفات مسیح کی دوسری دلیل

دوسری آیت مسیح ناصری کی وفات کے متعلق یہ ہے

(یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ الخ) یہاں بھی صریح الفاظ میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میں تجھے پاک موت دیکر وہ الزام جسکے رُو سے تجھ کو یہود نعوذ باللہ لعنتی ٹھہراتے ہیں رفع کردونگا اور صلیبی موت جو ایک نبی کے لئے شایان نہیں ہے اس سے بچا لونگا یہاں پر بعض لوگ تقدیم اور تاخیر کا ڈھکونسلا چلاتے ہیں جو بہت ہی بیہودہ ہے کیونکہ تقدیم اور تاخیر ہمیشہ کسی وجہ سے ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص مضمون لکھتے لکھتے وہ بات جو پہلے لکھنی تھی پیچھے یا جو پیچھے لکھنی تھی پہلے لکھدے (یہ ہمیشہ جلدی سے ہوتا ہے) یہ کوئی خوبی نہیں۔ بلکہ عیب ہے اور ایک کمزوری ہے اور بعض دفعہ اشعار میں ایسا ہوتا ہے اور وہاں بھی یہی حال ہوتا ہے صرف قافیہ بندی میں کوئی نقص پیدا ہونیکی وجہ سے ایسا کر لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف جو تمام صفات کا جامع اور غلطیوں اور کمزوریوں سے پاک ہے یہ بات منسوب کرنی صرف ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔

تیسری دلیل ۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام ۔ یہاں بتایا کہ حضرت ابن مریم اور ان کی ماں پہلے کسی زمانہ میں کھانا کھاتے تھے کیونکہ کانا کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اب نہیں کھاتے بلکہ پہلے کھایا کرتے تھے تو اگر مسیح زندہ تھے تو ضرور تھا کہ یہ کہا جاتا کہ پہلے تو دونوں کھایا کرتے تھے لیکن خود حضرت مسیح اب بھی کھاتے ہیں کیونکہ ہر ایک جسم جو بھی خدا نے پیدا کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ طعام کھائے جیسے اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے وما جعلنا ھم جسداً لا یاکلون الطعام ۔ پس اگر حضرت مسیح کو مع جسم کے آسمان پر مانا جائے تو ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ طعام بھی کھاتے ہیں پھر اس پر جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ بھی ماننے پڑینگے یعنے جو بھی طعام کھائے ضرور ہو کہ پاخانہ بھی کرے اور پیشاب بھی کرے پھر اسکو بیوی کی ضرورت ہو۔ پھر آگے جو نتائج نکلتے ہیں سب ہوں حالانکہ ایسی باتوں کے لئے خدا تعالےٰ نے زمین بنائی ہے اگر کہا جائے زندہ ہیں لیکن طعام نہیں کھاتے تو یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ نص صریح قرآنی جو ہر ایک جسم کیلئے کھانا اللہ تعالیٰ کا قانون بتلاتی ہے نعوذ باللہ جھوٹی ماننی پڑے گی اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ جسم تو اوپر نہیں گیا۔ البتہ روح گئی ہوگی سو یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ ایک مومن اور نبی کی روح

آسمان پر جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت مسیح کی روح منجملہ اور وفات یافتہ انبیاء کی روحوں کے دیکھی۔

چوتھی دلیل۔ پھر اجماع صحابہ جو قد خلت من قبلہ الرسل (اس سے پہلی آیت ما محمد الا رسول ہے) پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہُوا صاف طور پر بتلاتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے کیونکہ اتنے صحابہ میں سے ایک نے بھی یہ نہ کہا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں حالانکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ ایک مسیح آخری زمانہ میں اترنا ہے پس تعامل بھی مطابق حدیث علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین بتلاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم فوت ہو گئے تھے۔

پانچویں دلیل پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون کہ فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون بتلاتا ہے کہ رفع عیسےٰ آسمان پر ایک ناممکن اور خلاف سنت اللہ بات ہے کیونکہ مذکورہ بالا آیت میں ظرف کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے جو کہ حصر کا فائدہ دیتا ہے (یہ بلاغت کا قانون ہے) یعنی اسکے معنے یہ ہیں کہ بجز زمین کے اور کہیں بھی ہر گز تم نہیں رہ سکتے اور نہ ہی اور کہیں مر سکتے ہو اور بعث ثانی بھی اسی زمین سے ہوگی پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً وامواتاً یعنے زمین میں ایسا جذبہ نہیں رکھا گیا کہ یہ اپنی چیزوں کو خواہ جاندار ہوں یا بیجان ہوں اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتی۔

چھٹی دلیل علاوہ ازیں اور بھی کئی آیات ہیں جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ (۱) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء یہاں سے دو باتوں کا پتہ لگتا ہے ایک یہ کہ غیر احمدیوں کا یہ بیہودہ اعتقاد کہ حضرت مسیح چمگادڑیں پیدا کرتے تھے بالکل غلط ہے (۲) یہ کہ معبود ماننے ہیں اسلئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کی طرف تم الوہیت منسوب کرتے ہو وہ خود مخلوق خدا تھے اور دوسرے عوام الناس کی طرح مر چکے ہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائینگے۔

ساتویں دلیل ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہمارا قانون ہے کہ اگر کسی کی عمر میں کوئی غیر معمولی اضافہ کریں۔ تو وہ نہایت ہی کمزوری کی حد کو پہنچ جاتا ہے اسکے وہ قویٰ ہرگز نہیں رہتے جن سے وہ اُس زندگی کا مزا اٹھا سکے لیکن افسوس کہ غیر احمدی

کہتے ہیں کہ مسیح دو ہزار سال سے زیادہ عمر پانے کے بعد بھی وہ کام آکر دنیا میں کریگا کہ جسے ایک جوان آدمی بھی نہیں نبھا سکتا۔

ومنکم من یتوفّی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئًا

یہ آیت بھی اس سے پہلی کی تقریبًا مترادف ہے۔

آنیوالا کون ہے اور اس کے صفات

پس جب کہ خدا کے فضل سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح ابن مریم کسی صورت میں بھی دوبارہ نہیں آسکتا اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسکی جگہ پر جو آئیگا وہ کون ہوگا۔ اسکا حلیہ اور اسکے زمانے کے متعلق جو پیشگوئیاں احادیث میں مذکور ہیں وہ کونسی ہیں اور کس طرح سے صادق آتی ہیں۔

(۱) عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل آدم سبط الشعر تنطف او تھراق رأسہ ماءً قلت من ھٰذا قالوا ابن مریم حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں حالت رؤیا میں طواف بیت اللہ کر رہا تھا ایک آدمی گندم گون اور سیدھے بالوں والا دیکھا۔ اسکے بال ایسے صاف تھے کہ گویا پانی ٹپک رہا ہے میںنے پوچھا کہ یہ کون ہے تو ملائکہ نے جواب دیا کہ ابن مریم (بخاری ۴۸۹-۸۷۶-۱۰۵۵) بخاری میں دو حلیے آئے ہیں ایک تو یہی جو اوپر مذکور ہے اور دوسرا یہ کہ فاما عیسےٰ فاحمر جعد عریض الصدر یعنے عیسےٰ تو سرخ رنگ کا گھنگرالے بالوں والا چوڑے سینے والا ہے۔

لہٰذا اختلاف حلیتین سے ثابت ہُوا کہ عیسےٰ ابن مریم دو ہیں اول مسیح ناصری دوم امت محمدیّہ میں سے ایک نبی اللہ جو مصداق ہو کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم کا۔ پس احادیث بخاری و مسلم کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ مسیح محمدی کا حلیہ تو پہلا ہے اور مسیح بنی اسرائیل کا دوسرا کیونکہ پہلے حلیئے والے مسیح موعود کے ساتھ دجال کا ذکر آتا ہے اور دوسرے کے ساتھ نہیں آتا پس اس سے ان میں تمیز ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ پہلا حلیہ حضرت صاحب کا ہے پھر اس میں ایک بات ایسی ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ مسیح اسی امت ہی سے آئیگا وہ یہ کہ اس حدیث میں فیکم و امامکم منکم کا لفظ تبلاتا ہے کہ وہ مسیح اسی امت ہی سے آئیگا جیسا کہ قرآن کریم میں سینکڑوں ایسے مقامات ہیں جہاں اللہ تعالےٰ نے رسولوں کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی بتایا کہ وہ انہیں میں سے

آئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ھو الذی بعث فی الامّیین رسولًا منھم اور جیسے حضرت ابراہیم کی دعا ہے۔ جو آپ نے اپنی اولاد کے بارے میں فرمائی ربّنا وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم الخ اے خدا تو انہیں میں سے رسول بھیج جو تیری آیتیں اُن پر پڑھے یہ بھی ایک امتی فضیلت ہے کہ اسی میں سے رسول بھیجے جائیں اسی لئے فرمایا کہ مسیح بن مریم جیسا عظیم الشان نبی جس سے شیطان کی آخری جنگ ہوئی وہ تمہیں میں سے آئے گا۔

(۲) عن ابی سعید رضؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم المھدی منّی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً یملک سبع سنین رواہ ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ فی باب اشراط الساعۃ رواہ الحاکم ایضاً۔ چونکہ یہ حدیث چہاردہم کا مصداق لامھدی الا عیسےٰ کا ہے لہذا حلیہ مہدی کا جو اس حدیث میں موجود ہے یعنی روشن پیشانی والا اسپر صادق آتا ہے اور اسوقت میں تمام زمین کا ظلم سے پُر ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ تثلیث اور بت پرستی تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور شرک سے بڑھکر کونسا ظلم ہوگا ان الشرک لظلم عظیم غلبۂ اسلام اور توحید کامل کا دنیا میں ہونا یقینی طور پر متوقع ہے کیونکہ الہامات مندرجہ براہین وغیرہ میں یہ غلبۂ اسلام مذکور ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس طرح کا غلبہ پورے سات برس تک رہے کیونکہ پیشینگوئی کا اکثر حصہ پورا ہو چکا ہے سو ضرور ہے کہ یہ جزو بھی واقع کی صورت اختیار کرے یاد رہے کہ یہ غلبۂ اسلام بحجت ہے نہ بہ سیف

(۳) تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس رواہ احمد وابوداؤد۔ قیامت قائم ہوگی اس حالت میں کہ نصاریٰ سب لوگوں سے زیادہ ہونگے والحمد للّٰہ کہ اپنے وقت موعود پر مسیح موعود تشریف لائے۔

(۴) عن ابی ھریرۃ قال فیما اعلم عن رسول اللّٰہ ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ مَن یجدد لھا دینھا ھکذا فی المشکوٰۃ فی کتاب العلم ورواہ الحاکم ایضاً۔ اس چودھویں صدی میں سے ۲۴ برس گزر گئے اور پیشگوئی جو حدیث صحیح سے آنحضرتؐ سے ثابت ہے وہ نعوذ باللہ جھوٹی نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی دوسرا ایسا مجدد جو اسوقت اپنا فرض منصب ادا کر رہا ہو موجود نہیں ہے پس ہر ایک مومن کو جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہو۔ لازم

اور واجب ہے کہ اس امام برحق کو مان لے جو ساتویں ہزار میں پانچویں ہزار کے مجدد اعظم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی کا مظہر ہے۔

(۵) وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ (بخاری) شراح حدیث اسکی شرح میں لکھتے ہیں ای یبطل دین النصرانیۃ بالحجج والبراھین۔ اس حدیث صحیح اور متفق علیہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود بوقت غلبہ صلیب پرستی آویگا اور حجج و براہین سے اسکی تردید کریگا۔ اور نشانات سے اپنے متبعین کا ایمان اس درجہ پر پہنچا دیگا کہ وہ اپنے دین کے متعلق تمام قسم کے فتن سے محفوظ ہو جائینگے

(۶) حدیث نواس بن سمعان میں موجود ہے فقال ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرأ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم الیٰ قولہٖ صلے اللہ علیہ وسلم اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ مقابلہ مسیح کا دجال سے **حجت و برہان و ادعیہ کے ہوگا نہ کہ تلوار سے** اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فتنہ دجالیہ انتہا درجہ کو پہنچیگا اور اہل اسلام میں ان کے دفع کرنے کی تاب نہ رہیگی تب اللہ تعالےٰ مسیح موعود کو اپنے وقت پر بھیج دیگا چنانچہ وہ اپنے معینہ وقت پر آچکا۔ پس مژدہ ہے ایمان اور ایقان کے تشنوں کے لئے پھر اس حدیث کے ساتھ یضع الحرب والی حدیث بھی آتی ہے جس میں اس بات کا رد ہے جو غیر احمدیوں کا اعتقاد ہے۔

(۷) عن ابی حصین رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما بین خلق اٰدم الیٰ قیام الساعۃ امرًا اکبر من الدجال (مسلم) قال البغوی فی تفسیر لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس الناس الدجال۔

اس حدیث اور اس تفسیر سے ایک تو یہ پتہ لگ گیا کہ دجال کا فتنہ بڑا فتنہ ہے۔ دوم وہ ایک آدمی نہ ہوگا بلکہ ایک گروہ کا نام ہے۔ پس مطابق حدیث کے تمام تواریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس زمانہ جیسا ابتلا کبھی پیدائش دنیا سے آجتک نہیں ہوا۔ ہزار ہا کتابیں اسلام کی تردید میں شائع ہوئیں اور کروڑوں روپیہ اسپر خرچ ہوا قریب تھا کہ اسلام کا نام ہی مٹ جاتا۔ اگر خدا تعالےٰ اپنے رحم سے اسکی حفاظت نہ کرتا جیسے کہ اسکی مشیت کا تقاضا ہے۔ کہ حق

مذہب کا وہ دامی ہوتا ہے۔

(۸) عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوسا عند النبی فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم قال قلت من ھم یا رسول اللہ فلم یراجعہ حتی سال ثلثا وفینا سلمان الفارسی ثم قال لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ھؤلاء۔ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ نبی کریم کی بعثت ثانی کا ذکر جو سورہ جمعہ میں ہے اسی طرح مسیح بن مریم کا بھی دوبارہ آنا ہے پس آنحضرت نے فرمایا کہ میری بعثت ایک فارسی نسل شخص کے ذریعہ ہوگی تو آپ نے تشریح کر دی مسیح بن مریم کی بعثت کیونکر ہوگی۔ کیونکہ غیر احمدی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسیح بن مریم خود آئیگا۔ لیکن ہم تو قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ ۲ آنحضرت دوبارہ آئینگے پس جب سب مانتے ہیں۔ کہ آنحضرت کی بعثت بروزی رنگ میں ہوگی تو مسیح بار میں کیوں کہا جاتا ہے کہ وہ خود آئیگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسیح موعود فارسی ہوگا۔ پس یہ بھی حضرت مسیح موعود نے اپنی متفرق کتابوں میں ثابت کر دیا ہے پھر ایمان کی حالت جو اس مسیح کی آمد کے زمانہ میں ہوگی اسکا نقشہ بھی آنحضرت صلعم نے حدیث میں کھینچا ہے۔

پھر حدیث میں آیا ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت ابن مریم یخرج من تحت المنارۃ البیضاء شرقی دمشق (کنز العمال)

اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے انکے نزول کا ٹھیک پتہ دیا اور وہ یہ کہ دمشق سے ٹھیک جانب شرق کو ہوگا چنانچہ قادیان تخمیناً بتیسویں درجہ پر شرق کو دمشق سے واقع ہے اور دمشق تقریباً ۳۳ درجہ مغرب کو اور منارہ کے معنے نور چمکنے کی جگہ جس کے متعلق عین منارہ ہی کا لفظ الہام میں آیا ہے۔

(۹) عن انس ابن مالک قال لیس من بلد الا لیطاہ الدجال الا مکۃ والمدینۃ لیس من نقابھا نقب الا علیھا الملئکۃ صافین یحرسون (بخاری صفحہ ۲۵۳)

ظاہر ہے کہ جس گروہ کی یہ خبر ہے۔ اس کے افراد تمام بلاد دنیا میں پھیل گئے جیسے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ وھم من کل حدب ینسلون مگر مکہ اور مدینہ میں ان کا ابتک کوئی دخل تصرف

نہیں ہے۔

(۱۰) عن کعبؓ قال یطلع من المشرق قبل خروج المهدی نجم وله ذنب ویضیئ* اقتراب الساعۃ والے نے کہا کہ یہ ستارہ ۱۸۷۵ء میں جمادی الآخر میں نکلا تھا دو مہینے تک ٹھہر کر غائب ہو گیا پھر ۱۸۹۶ء میں بھی نکلا۔ چنانچہ کئی اخبارات میں بھی شائع ہو چکا۔

(۱۱) ان للمهدی اٰیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه۔ یہ اجتماع خسوف وکسوف تو اریخ غیر معمولی ہیں ممالک مشرقیہ خصوصاً پنجاب میں ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں مطابق ۱۸۹۴ء واقع ہو چکا۔ تمام اخبارات اور ہیئت دانوں نے اسکے عجائبات لکھے۔ فالحمد للہ

پھر قرآن کریم میں جو علامات آئے وہ بھی خدا کے فضل سے سب کے سب ہماری آنکھوں کے سامنے پورے ہوئے مثلاً اذا الصحف نشرت ؕ واذا العشار عطلت واذا النفوس زوجت واذا النجوم انکدرت الخ یہ سب علامات پوری ہوگئیں ان کے متعلق کوئی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت صاحب کی کتابوں میں اسکی بار بار تشریح آئی ہے۔ اور سینکڑوں دفعہ یوں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

اخیر میں صرف یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کی آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد سے اس آخری زمانہ کے رسول کا نام ظاہر ہے جو آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ کا مظہر اتم ہونیوالا تھا آنحضرت احمد تھے اور اس پیشگوئی کے اولین مصداق تھے مگر یہ کبھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم احمد تھا چنانچہ اسی لئے عبادات میں محمد ہی آتا ہے اور جائز نہیں کہ اسکی بجائے کوئی احمد استعمال کرے۔ اور لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ پڑھے پھر وهو یدعی الی الاسلام (اور وہ اسلام کیطرف بلایا جاتا ہو) بھی بتاتا ہے کہ اس سے مراد نبی کریم نہیں کیونکہ آپ تو بانیٔ اسلام تھے اسمیں تو کسی ایسے شخص کا ذکر ہو سکتا ہے جو آپ کے خلفاء میں سے ہو اور جسے لوگ مفتری سمجھکر اسلام کی طرف بلائیں پس یہ احمد مسیح موعود ہے جو نبی کریم کی دوسری بعثت (حسب وعدہ واٰخرین منهم) کا مظہر اتم ہے اور جسکا وجود آنحضرت ہی کا وجود ہے اور بروزی رنگ میں وہی نبی خاتم الانبیاء ہے جو سب کو معلوم ہے کہ بیعت لیتے وقت اپنی رسالت کا اقرار ان الفاظ میں لیا کرتا تھا کہ ہو آج میں احمد کے ہاتھ پر۔۔۔۔۔۔ (اور صاف ظاہر ہے کہ احمد اور رسالت بمطابق پیشگوئی لازم وملزوم ہیں) اور جسکی نسبت قرآن مجید میں اسی آیت سے متصل هو الذی ارسل رسوله بالهدٰی ودین الحق لیظهره علی الدین کله آیا ہے۔ اسپر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ مسیح موعود کے لئے ہے اور اسی کے زمانہ میں کل دینوں پر غلبہ ہوگا۔ فاٰمنوا به ولا تکونوا من الکافرین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ❖

عبد الجلیل متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

یہ مضمون مدرسہ احمدیہ کے طلبا کو جو انعامی مضمون دیا گیا تھا اس میں مضمون اول اصلاح کے بعد شائع کیا جاتا ہے۔ بعض جگہ مضمون نہیں بدلا۔ (ایڈیٹر)

ایک حدیث کی تشریح

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد الخ (متفق علیہ مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)

اس حدیث کی تشریح اکثر مولوی صاحبان یوں کیا کرتے ہیں کہ مسیح جب آویں گے تو اسقدر مال لٹا ئینگے کہ کوئی قبول نہیں کریگا ہر شخص مال و دولت سے مالامال ہو جائیگا۔ حالانکہ یہ معنے قرآن اور حدیث کی رُو سے بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں مگر مولوی صاحبان کی موجودہ دنیاوی حالت انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ اسکے یہی معنے کریں۔ ظاہر ہے کہ جب مسیح مال لٹائینگے تو دو صورتیں ہونگی یا تو وہ مسلمانوں کو مال دینگے اور وہ نہیں لینگے یا وہ کفار کو دینگے اور وہ قبول نہیں کرینگے۔

ایک مسلم مال لینے سے انکار نہیں کرسکتا

صورت اول میں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ایک خدا تعالےٰ کا پیارا نبی جس کی آمد کی تمام انبیاء خبر دیتے آئے وہ ایک مسلمان کو مال دے اور وہ ناشکری سے انکار کر دے خصوصاً قرآن کریم کے اس حکم کے ہوتے ہوئے ما اتکم الرسول فخذوہ کہ رسول جو تم کو دے وہ لے لو ایک مسلمان تو قرآن کریم کے خلاف مسیح کے دیئے ہوئے مال کے لینے سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا اور پھر رسول اللہ کے اس حکم کے ہوتے ہوئے ما اعطیت بغیر مسئلۃ فخذہ بارک اللہ لک حضرت عمرؓ کو آنحضرت نے کچھ دیا تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ میں تو غنی ہوں آپ کسی حاجتمند کو دیں آپ نے فرمایا کہ جو چیز تو بغیر سوال کئے دیا جائے تو اس کو قبول کر خدا تعالےٰ اسکو تیرے لئے مبارک کریگا پس یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک مومن پاک اور مبارک چیز کو قبول نہ کرے بلکہ اگر قرآن اور حدیث کی یہ تاکید نہ بھی ہوتی۔ تو بھی مسلمان تو تبرکاً مسیح موعود کا دیا ہوا مال ضرور قبول کرتے

ایک کافر بھی مال لینے سے انکار نہیں کریگا

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کفار کو مال دینگے اور وہ قبول نہیں کرینگے یہ معنے قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں کیونکہ قرآن

کے رُوسے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو مال و دولت بہت عزیز ہوتی ہے حتیٰ کہ اسکے بدلے میں وہ خدا کو بھی ترک کر دیتے ہیں اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن آدم کے لئے اگر دو وادیاں سونے کی بھری ہوئی موجود ہوں تو وہ تیسری کی خواہش کریگا۔ سوائے مٹی کے ابن آدم کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی پس جب ایسی حالت ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کفار کو مسیح مال دیں اور وہ قبول نہ کریں بلکہ کفار جو دنیا کے شیدا ہیں وہ تو مسیح کے بڑے شکر گذار ہو کر اور بھی لالچ کرینگے۔

غیر احمدیوں کے معنے ایک اور وجہ سے بھی غلط ہیں

علاوہ اسکے ان معنوں میں ایک اور دقت یہ پیش آتی ہے کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک جس قدر انبیاء آئے ہیں سب نے دنیا کے پنجے سے چھوڑانے اور خدا کی طرف لگانے کی کوشش کی ہے کیونکہ قرآن اور حدیث اور تجربہ و مشاہدہ سے یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مال و دولت انسان کو خدا سے غافل کرنے والی چیز ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے کہیں زکوٰۃ لگا دی ہے اور کہیں قسم کے کفارات اور صدقات اور قربانیاں رکھدی ہیں اور کئی مدین مصرف مال کی اسی غرض سے نکالیں تاکہ انسان کی نظروں میں مال کی محبت کم ہو اور غفلت کی نوبت نہ پہنچے پس یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح منہاج نبوت کے خلاف لوگوں کو دنیا دار بنانے کی کوشش کریں اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کے لئے غفلت کے سامان مہیا کریں حالانکہ نبی کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ غفلت کی ظلمات سے لوگوں کو نکالیں پس ان معنوں کے لحاظ سے حضرت مسیح پر سخت الزام آتا ہے۔

پیشگوئی کے معنے قبل از وقت نہیں سمجھے جا سکتے

اصل بات یہ ہے کہ قبل از وقوع پیشگوئیوں کے معنے کرنا اور سمجھنا بہت دشوار امر ہے جبتک خدا تعالےٰ خود تصریح کر کے نہ سمجھا دے نبیوں کو بھی ان کے معنے کرنے میں غلطی لگ جاتی ہے چنانچہ حضرت نوحؑ سے خدا تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ میں تیری قوم کو تباہ کرونگا اور تجھے اور تیرے اہل کو بچاؤنگا۔ اب حضرت نوحؑ نے اہل کے مفہوم میں اپنے بیٹے کو بھی شامل کیا اور عرض کی رب ان ابنی من اھلی و ان وعدك الحق۔ بحالیکہ خدا تعالےٰ کے نزدیک نبیوں اور پاکوں کے اہل میں بھی وہی شامل ہوتا ہے جو انکی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے جو ایسا نہ ہو لنگہ اہل سے خارج کر دیا جاتا ہے اسی واسطے جواب ملا۔ انہ لیس

من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کو بتایا گیا کہ لمبے ہاتھوں والی بیوی آپ کی سب بیبیوں سے پہلے فوت ہوگی۔ اسکا ظاہری مفہوم جو آپکی ازواج مطہرات نے لیا وہی آپنے بھی لیا (ورنہ آپ ضرور انکو حقیقی معنوں سے آگاہ کرتے) لیکن واقعات نے اسکے یوں معنی کھولے کہ حضرت زینب پہلے فوت ہوئیں جو کہ سخاوت کے لحاظ سے لمبے ہاتھ رکھتی تھیں پس مولوی صاحبان کو مناسب تھا کہ قبل اسکے کہ واقعات اس پیشگوئی کے معنوں کو کھولتے اپنے دل میں کوئی خاص معنے متعین نہ کرتے۔ یا کم از کم ان پر اصرار نہ کرتے تا اس ٹھوکر سے بچ جاتے۔

اس حدیث کے صحیح معنے

دیکھو واقعہ نے اسکے معنے یوں کھولے ہیں اور یہی حقیقی معنے ہیں جو معجزہ کے رنگ میں پورے ہوئے اور اپنے اندر ایک عظمت اور شان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعود نے کتاب براہین احمدیہ شائع کی اور اشتہار دیا کہ جو کوئی اسکا رد لکھے دس ہزار روپیہ میں اسکو انعام دونگا اگر اعتبار نہ ہو تو یہ رقم بنک میں جمع کرائی جاسکتی ہے جو رد لکھنے کے بعد جواب دہندہ کو دیجائے گی مگر آجتک کوئی ایک بھی ایسا نہ نکلا جو اس کتاب کا رد لکھے پھر مولوی ثناءاللہ و دیگر علماء کے مقابلہ میں اعجاز احمدی لکھی اسکا بھی دس ہزار روپیہ انعام رکھا مگر مخالفین کا ایسا ناطقہ بند ہوا کہ آجتک کسی کو جواب کا حوصلہ نہ ہوا۔

اسی طرح خطبہ الہامیہ و تحفہ گولڑویہ و کرامات الصادقین میں بھی انعام کا وعدہ ہے مگر کوئی شخص علماء عرب و عجم سے نہ نکلا جو یہ مال قبول کرتا۔ سچ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یفیض المال ولا یقبلہ احد۔

الغرض منکرین مسیح کے لئے تو اس رنگ میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی پوری ہوئی کیونکہ انبیاء کے منکر دنیا کے زیادہ گرویدہ ہوتے ہیں پس دنیا کے رنگ میں بھی ان کے لئے یہ نشان ظاہر ہوا۔ باقی رہے مومنین سو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مومن کا مال درہم اور دینار نہیں بلکہ خداتعالے کی طرف سے جو خاص حقائق اور معارف ملتے جاتے ہیں وہ مومن کا مال اور دولت ہوتے ہیں پس مسیح موعود نے اکر حقایق اور معارف کا ان کے لئے ایسا دریا بہا دیا کہ سنبھال نہ سکے اور انکی کثرت نے انکو تھکا دیا۔

مخالفین کو چاہئیے کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابیں غور سے پڑھیں شاید اس حقیقی دولت سے ان کو کچھ حصہ ملجائے۔

(راقم حافظ جمال احمد۔ مبلغین کلاس)

ایک سوال کا جواب

عالم حقائق آگاہ مولٰنا محمد سرور شاہ صاحب نے ایک سوال کا جواب اس عالمانہ اور محققانہ رنگ میں دیا ہے جس کی ان سے توقع کیجا سکتی تھی میں اس مضمون کے بارے میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ پیامی حضرات اس واقعہ سے عبرت پکڑیں۔ اہلبیت نبوت سے جو بغض و نقار وہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے لئے الزامات تراشتے رہتے ہیں وہ الٰہی غضب سے ڈریں اور حرکت ناشائستہ کا انجام سوچیں کہ کیا ہوگا یہ ایک چھوٹی سی بات نہیں بلکہ بڑا بول ہے جو وہ بولتے ہیں اس بدظنی کی سزا میں وہ سلسلہ سے عملاً خارج ہو چکے ہیں اور روز بروز دور ہوتے جاتے ہیں قریب ہے کہ دہریت کے لق و دق میدان میں وحید و طرید ہلاک ہوں۔ اعاذنا اللہ منہا "

سوال میرے ایک مکرم دوست نے واقعہ افک کی نسبت (جو کہ حضرت صدیقہ عائیشہ پر باندھا گیا تھا اور جس کا بیان سورہ نور میں ہے) یہ سوال کیا ہے کہ واقعہ افک سے پہلے زنا پر چار گواہوں کا پیش کرنا اور بصورت نہ پیش کر سکنے کے اتہام زنا لگانے والوں کو ۸۰ درہ لگانا مشروع اور شرعی حکم ہو چکا تھا۔ یا کہ واقعہ افک کے پیش آنے کے بعد یہ شرعی حکم صادر ہوا۔ ان دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت تو ہو نہیں سکتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان دو صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے اس پر نہایت قوی اعتراض وارد ہوتا ہے۔

کیونکہ بصورت پہلے مشروع ہونیکے یہ بڑا بھاری اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب شرع نے الزام زنا پر چار گواہ نکالنا۔ اور بصورت نہ لانیکے حد قذف لگانا مقرر کیا ہوا تھا تو پھر آنحضرت صلعم کیوں ایک ماہ متردد رہے اور عائیشہ رض کو استغفار کی ترغیب دی۔ اور ایک ماہ تک انکو کالمعلقہ رکھا بلکہ اس عرصہ میں اس سے بات چیت بھی ترک کر رکھی۔ اور کیوں حکم شرعی کے مطابق ان سے چار گواہ نہ طلب فرمائے اور بصورت عجز کیوں انکو حد قذف نہ لگائی اور کیوں انکے چار گواہ نہ لانے پر انکو جھوٹا اور عائیشہ کو بری قرار نہ دیا اور کیوں شرعی حکم پر عمل نہ کیا۔

اور پہلے مشروع نہ ہونے کی صورت میں ان سے کیوں چار گواہوں کا مطالبہ کیا حالانکہ یہ مطالبہ

تب ہی ہو سکتا تھا کہ اس سے پہلے یہ شرعی قانون قرار پا چکا ہوتا اور نہ لا سکنے کی صورت میں ۸۰ درّہ لگانا بھی صریح ظلم ٹھہرتا ہے کیونکہ اجرائے قانون سے پہلے کے فعل پر سزا شرعاً اور عقلاً ظلم ہے

الجواب اس سوال کے جواب سے پہلے ہم کلام اللہ اور حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ان سے ان دو صورتوں میں سے کس کی تعیین ثابت ہوتی ہے۔

سورہ نساء میں فرمایا ہے واللتی یاتین الفاحشة من نساءکم فاستشہدوا علیهن اربعة شہداء فان شہدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت او یجعل الله لهن سبیلاً۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اثبات زنا کے لئے گواہوں کا مطالبہ اسوقت شروع ہوا ہے جبکہ ابھی لعان اور حد زنا مشروع نہیں ہوئے جیسا کہ فامسکوهن حتی یتوفهن الموت او یجعل الله لهن سبیلاً سے ثابت ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ استشہاد اربعہ شہود کا حکم (جو سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیت کریمہ ہے) ضرور مقدم ہوگا (بلکہ ہے) اس آیت کے نزول سے جس میں اس سبیل کا بیان ہو جسکو اس آیت کریمہ میں امساک فی البیوت کے لئے غایت اور نہایت قرار دیا ہے۔

اب ہم ان آیات کو تلاش کرتے ہیں کہ جن میں اس موعود سبیل کا بیان ہے تو وہ الزانیة و الزانی فاجلدوا کلوا احد منهما الخ میں ہے جو کہ سورہ نور کے ابتداء میں واقعہ افک سے پہلے نازل شدہ ہیں۔

یہ تو تحقیق نفس چار گواہ کے مطالبہ کی نسبت ہے کہ یہ بیان سبیل پر مقدم ہے اور بیان سبیل واقعہ افک پر مقدم ہے اور اسی طرح چار گواہ نہ لانے کی صورت میں اتہام لگانے والوں کے جھوٹا ہونے کا بیان بھی اسی طریق کے ساتھ واقعہ افک پر مقدم ہے کیونکہ سورہ نساء کی اس آیت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائینگے تو انکا بیان کردہ الزام محض اتہام اور جھوٹا الزام ہوگا۔ رہی یہ بات کہ اگر وہ چار گواہ نہ لا سکیں تو پھر انکو ۸۰ درّے لگاؤ۔ تو اسکا ذکر گو سورہ نساء میں نہیں لیکن سورہ نور ہی سے ثابت ہے کہ واقعہ افک کے نزول سے پہلے یہ مشروع ہو چکا تھا سورہ نور کا پہلا رکوع سورة انزلنها سے شروع ہو کر وان الله تواب حکیم تک ختم

ہوتا ہے جس میں پہلے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ الیٰ قولہ وحرم ذٰلک علی المؤمنین میں حد زنا اور زانیہ اور زانی کے نکاح کا بیان ہے اسکے بعد والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ الیٰ قولہ فان اللہ غفور رحیم میں محصنات پر اتہام زنا لگانے اور چار گواہ نہ لاسکنے کی صورت میں ۸۰ دُرے لگانے اور مردود الشہادت قرار دینے کا ذکر ہے اسکے بعد والذین یرمون ازواجہم الیٰ قولہ وان اللہ تواب حکیم میں اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگانے اور پھر اپنی ذات کے سوا اور چار گواہ نہ لاسکنے کی حالت میں اربعہ شہادات اور لعنت اور غضب الٰہی کی اپنے لئے بد دعا کرنیکا بیان ہے۔

اسکے بعد دوسرا رکوع ان الذین جاؤا بالافک سے شروع ہو کر وان اللہ رؤف رحیم پر ختم ہوتا ہے اور افک کے فیصلہ کے لئے یہی رکوع نازل ہؤا ہے جو کہ ۱۰ آیتیں ہیں جیسا کہ افک کی حدیث میں آیا ہے جو خود حضرت عائشہ سے مروی ہے اور جس میں آتا ہے کہ قد مکث شہراً لا یوحیٰ الیہ اور پھر اسکے آخر میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں ثم تحولت فواللہ ما رام مجلسہ حتی انزل اللہ علی رسولہ فاخذہ من البرحاء ما یاخذہ حتی یتحدر منہ مثل الجمان من العرق فی یوم شات من ثقل ما نزل علیہ فسری عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یضحک ویقرأ ان الذین جاؤا بالافک الخ اور پھر پہلے رکوع میں والذین یرمون ازواجہم الخ جیسی آیتیں موجود ہیں جو کہ صاف بتاتی ہیں کہ واقعہ افک کے متعلق وہ ہرگز نہیں ہیں۔ پس اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ماہ تو پہلا رکوع دوسرے سے پہلے نازل ہؤا ہے اور پھر دوسرے رکوع کا طرز بیان یہ رکھنا کہ جب فلاں فائدہ تھا تو کیوں تمنے سنتے ہی یہ نہ کہدیا کہ یہ افک مبین ہے اور فلاں امر کے لحاظ سے کیوں تمنے سنتے ہی یہ نہ کہدیا کہ یقیناً یہ بہتان عظیم ہے۔ پھر خصوصاً دو چار گواہ نہ لائے تھے تو وہ اللہ کے نزدیک کاذب تھے الخ صاف بتاتا ہے کہ چار گواہوں کے مطالبہ کا ارشاد پہلے سے نازل شدہ اور معمول بہا تھا۔

تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ محض احتمال ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ چار گواہوں کا اس صورت

میں مطالبہ کرنا چاہیئے اور اسکو پورا نہ کرنے کی صورت میں الزام لگانے والے کاذب ہیں اور نیز ان کو ۸۰ درہ لگانا چاہیئے" فیصلہ افک کی آیات سے اور فیصلہ کے وقت سے پہلے نازل ہو چکا تھا تو اب میں ان باتوں کا جواب عرض کرتا ہوں جو کہ بطور اعتراض اس صورت پر پیش کی گئی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ جب ایسا تھا تو پھر کیوں آپ ایک ماہ تک متردد رہے اور کیوں عایشہ کو استغفار اور توبہ کی ترغیب دی اور ایک ماہ تک اسکو کالمعلقہ رکھا بلکہ بات چیت بھی اس سے ترک کر دی اور کیوں اس شرعی حکم پر عمل نہ کیا کہ چار گواہ طلب کرتے اور عجز کی صورت میں انکو کاذب اور عایشہ رضؓ کو بریہ قرار دیتے۔

پس اسکی نسبت عرض ہے کہ اگر اس مقدمہ کا مجرد فیصلہ مدنظر ہوتا۔ تب تو چار گواہ طلب کرنے پر اگر وہ چار گواہ نہ لاتے تو مجرد اس نہ لانے کے ساتھ حضرت عایشہ رضؓ کو بری کر دیتے اور کوئی رنجش اور کدورت باقی نہ رہتی لیکن قرآن مجید کو تدبّر سے پڑھنے اور آثار کے مطالعہ اور واقعات اور حالات میں غور کرنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر فقط فیصلہ ہی مدنظر نہ تہا۔ بلکہ یہاں پر چونکہ اہلبیت نبوت پر الزام تھا اور منافقوں نے بڑی کوشش سے مسلمانوں میں اسکو پھیلا دیا تھا اور بعض ضعیف لوگوں پر اسکا بہت بُرا اثر ہو چکا تھا۔ اور فیصلہ قانونی ہو یا شرعی ہو۔ اور اسکا کرنے والا معمولی انسان ہو۔ یا عظیم الشان نبی ہو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جیسا فیصلہ ہوا ہے واقعہ میں بھی یونہی ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کسی کی چالاکی سے یا ثبوت مہیا نہ ہونے سے فیصلہ کچھ دیا جائے اور واقعہ میں اسکے خلاف ہو چنانچہ خود آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات ایک لسان شخص ہو۔ اور میں فیصلہ اسکے حق میں دیدوں۔ تو اس سے وہ چیز اور زمین اسکا حق نہیں ہو جاتی۔ بلکہ میں گویا اسکو آگ کا ایک ٹکڑہ دے رہا ہوں۔ پس چار گواہوں سے عاجز ہونے کی صورت میں گو آنحضرت صلعم حکم بریت کا بھی دیدیتے تو بھی یہ ممکن تھا کہ لوگوں کے دلوں میں وہ بدظنی قائم رہتی جو کہ منافقوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ ضعفاء کے دلوں میں خوب ڈالدی تھی۔ تو اس صورت میں اول تو اہلبیت نبوت کی نسبت بدوں شہادت الٰہیہ کے محض از خود ایسی قبیح بدظنی ہی انکی ہلاکت اور تباہی کیلئے کافی تھی اور پھر اس سے بھی بڑھ کر آنحضرت صلعم کی نسبت انکے دلوں میں طرح طرح کے گندے خیالات پیدا ہوتے جب وہ دیکھتے کہ آپ کا فلاں عورت کے ساتھ ایسا پیار کا تعلق اور برتاؤ ہے اور الخبیثات للخبیثین الطیبات للطیبین پر خیال کرکے نہیں معلوم کہ وہ کس وادی میں جا ہلاک ہوتے

اور انکے دین و ایمان کا کیا حشر ہوتا۔

پس ایک مقدمہ میں جلد فیصلہ دینے کی نسبت نبی کے لئے مومنین کو ہلاکت اور تباہی اور بے دینی اور گمراہی سے بچانا اور اصلاح الناس زیادہ ضروری اور اہم مقصد اور مقدم ترین فرض ہے۔ سو یہ امکان ہی کی حد تک نہیں بلکہ قرآن مجید سے صاف ثابت ہے کہ یہ امر واقعہ ہے۔ چنانچہ سورہ نور کی اسی رکوع کی چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ اول یہ کہ یہ ظاہر ہے کہ کسی جماعت کے وہ افراد جو کہ سب سے زیادہ اسکے اہل اور مستحق ہیں کہ وہ کسی امر سے بچیں یا کسی امر کو ضرور کریں۔ ان افراد کی خلاف ورزی کی حالت میں اُس جماعت کے دوسرے لوگوں سے بالکل امان اٹھ جائے گا۔ مثلاً جب کسی بادشاہ کے بیٹے اور حرم اور وزراء دوسرے بادشاہوں کے لئے اس ملک میں جاسوسی کریں یا رشوت لیں تو نئے ادنیٰ ملازمین کی نسبت کب اطمینان ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے بچینگے پس نبی کریم کی ایسی عزیز بی بی اور ابو بکر کی بیٹی اسطرح نبی کریم کی صحبت میں رہتی ہو۔ اور اسکی نسبت بعض کے دل میں یہ خیال رائج ہو کہ اسنے اس بدی کا ارتکاب ضرور کیا ہے تو پھر وہ اپنے یا اور دوسرے مومنوں کی نسبت (جنکو عائشہ کا اعلیٰ مقام ہرگز حاصل نہیں) کب یہ اطمینان کر سکتے ہیں کہ وہ اس بدی سے بچتے ہیں یا بچینگے یا انکی بیبیاں اور انکی بیٹیاں یا بہنیں بچتی ہیں یا ضرور بچینگی۔ اسی اصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیراً وقالوا ھذا افک مبین ؕ پہلے تو مومنوں کو مخاطب کیا ہے لیکن ظن المؤمنون الخ میں ان کو مخاطب کرکے ایمان کے عنوان اور لقب کے ساتھ ذکر فرما کر ظن خیر بانفسھم کا اصل سبب اور باعث بتایا ہے کہ وہ ایمان ہے اور فرمایا تم اپنی جانوں پر بھلائی کا خیال کرتے (کہ مومنین اور مومنات اس سے بچتے ہیں اور آیندہ بچینگے۔ اور یہ اسی وقت تم کر سکتے ہو کہ جب عائشہ جیسی مومنہ کو اس سے پاک خیال کرو لیکن جب تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ عائشہ رضہ ام المؤمنین بنت ابی بکر صاحبۃ الرسول اس سے ملوث ہے تو پھر تم کبھی دوسرے مومنوں اور مومنہ عورتوں کو اس سے پاک نہیں گمان کر سکتے) اور اس صورت میں ضروری تھا کہ تم اس خبر کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ یہ کھلا کھلا افترا ہے۔

فاسق کی خبر کی نسبت اگرچہ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا فرما کر تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اور

تحقیق سے پہلے قبول اور رد ممنوع قرار دیا ہے لیکن یہاں پر فرمایا ہو کہ ظن خیر بانفسہم کی بنا پر سنتے ہی بدوں کسی تحقیق کے انتظار کے لازم تھا کہ تم اس خبر کو کھلا افتراء کہدیتے پھر چونکہ قرآن مجید میں الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذلک علے المؤمنین جیسی کثرت کے ساتھ آیات موجود ہیں جن سے وہ قاعدہ صاف صاف ثابت ہوتا ہے جو کہ سورہ نور میں الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبٰت کے الفاظ کیساتھ ذکر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اس قاعدہ کے لحاظ سے نعوذ باللہ من ذلک اگر عائشہ حبیبۃ الرسول خبیثات سے ہے تو پھر سید الرسل پر خبث کا الزام لازم آتا ہے اور حضور پر اسکے لازم آنے سے خدائے قدوس پر (کہ جس نے حضور علیہ السلام کو اپنی رسالت، اور دوستی اور محبت کیلئے سب نسل آدم سے چنا ہے) نعوذ باللہ من ذلک خبث کا الزام لازم آتا ہے۔ بنا بریں اس قاعدہ کے لحاظ سے یہی لازم آتا ہے کہ حضرت عائشہ بلکہ آپکی مانند جن کو یہ اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ وہ سب ایسے گندی الزاموں سے بری ہوں یہی وجہ ہے کہ سورہ نور میں آیت مذکورہ بالا کے متصل فرمایا ہے اولئک مبرؤن مما یقولون یعنے وہ لوگ کہ جن کے ساتھ رسول جیسے اطیب الطیبین کو اس قسم کا تعلق ہو وہ لوگ ان سب الزاموں اور اتہاموں سے ہمیشہ کے لئے بری کئے ہوئے ہیں (اور بری کرنے والا وہی علیم وخبیر وحدہٗ لاشریک ہے) جو ان کے مخالف اب (یعنی نزول آیت کے وقت) لگاتے ہیں یا آیندہ کہینگے جیسا کہ ایک روافض کا گروہ موجود ہے جو کہ اس آیت کے نزول کے بعد اور خداوند تعالےٰ کے اس فیصلہ کو بار بار پڑھنے کے بعد پھر اس خدا کے بری کئے لوگوں پر گندے سے گندے الزام منہ پر لاتا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ انکی تبرہ بازی کا جواب خداوند تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ چنانچہ دوسری دفعہ خداوند تعالےٰ نے اسی قاعدہ کی بنا پر مومنوں کو خطاب کرکے فرمایا ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحٰنک ھذا بھتان عظیم یعنے کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب تم نے یہ سنا تھا تو سنتے ہی کہتے کہ اس میں کلام کرنیکے ہم مجاز نہیں۔ کیونکہ الطیبات الخ کے قاعدہ سے خدائے قدوس پر بھی اس سے خبث کا الزام لازم آتا ہے پس اسکے خیال سے تم ڈر جاتے اور خدا کا جلال تمہارے سامنے آجاتا اور تم اسوقت اسکی قدوسیت کا سبحانک کیساتھ اظہار کرتے ہوئے کہدیتے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

ایک رکوع میں دو دو دفعہ جدا جدا دو قاعدوں کی بنا پر مومنوں کو فرمایا کہ کیوں تمنے سنتے ہی اسکو افک مبین اور بہتان عظیم نہ کہدیا اور اسکے علاوہ تیسری بات یہ فرمائی کہ لولا جاءو علیہ باربعة شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ہم الکذبون ۝ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمته لمسکم فیما افضتم فیہ عذاب عظیم ۝ اذ تلقونه بالسنتکم وتقولون بافواہکم مالیس لکم بہ علم وتحسبونه هینا وھو عند اللہ العظیم یعنی کیوں نہ یہ لوگ چار گواہ لائے (اور ظاہر ہے کہ گواہ تب ہی لائے جایا کرتے ہیں کہ پہلے انکا مطالبہ ہو پس ان الفاظ سے صاف ثابت ہے کہ چار گواہوں کا ان سے مطالبہ ہوا۔ پر وہ نہ لاسکے) اور جب وہ گواہ نہ لائے تو کچھ فیصلہ اور نتیجہ بالکل صاف تھا کہ وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں (اور جب یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہی اللہ کے نزدیک کاذب ہیں تو پھر کسی طرح تمہارے لئے جائز نہ تھا کہ تم پھر اس الزام میں ایک قابل تحقیق امر کی طرح لگے رہتے اور کچھ لوگوں سے سنتے اور کچھ سناتے۔ بلکہ) اگر اللہ کا تم پر فضل اور اسکی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو پھر جس بات میں تم لگے ہوئے تھے۔ اسکے باعث سے تم کو بڑا عذاب پکڑتا۔ جبکہ تم اسکو اپنی زبانوں کے ساتھ لیتے جاتے اور اپنے مونہوں کے ساتھ وہ کہتے تھے جسکا تم کو علم نہیں اور تم اسکو آسان سی بات خیال کرتے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی تھی۔

غرضکہ اس سارے رکوع میں مومنوں ہی کو کہا ہے جو کچھ کہا ہے اور کہا بھی یہی ہے کہ اول تو تمکو چاہیئے تھا کہ سنتے ہی اسکو افک مبین اور بہتان عظیم کہتے۔ خیر اگر یہ موقعہ ہاتھ سے گیا تھا۔ تو پھر جب ان سے گواہ طلب ہوئے اور وہ نہ لاسکے اور الٰہی فیصلہ یہی ہے کہ نہ لانے کی صورت میں الزام لگانے والے کاذب ہونے میں تو تم کو چاہیئے تھا کہ اب اسکو جھوٹا الزام سمجھ لیتے اور آیندہ اس میں لگے رہتے لیکن تم پھر بھی باز نہ آئے۔

اور جب آیات قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ باوجود گواہ نہ لاسکنے کے مومنوں کا ایک حصہ اس میں لگا رہا اور باز نہ آیا تو اب آپ غور فرمائیں کہ اس حالت میں اگر آنحضرت عائشہ رضؓ سے عند اللہ بری ہونے پر صفائی کر لیتے اور پہلے کی طرح برتاؤ کرتے تو ایک بڑا حصہ ہلاک اور تباہ ہو جاتا۔

علاوہ بریں نبوت کی شان ہی ایسی ہے کہ وہ گندے اتہاموں سے برأت چاہتی ہے۔ اور

شرعی یا قانونی فیصلہ گو ظاہری حدود وغیرہ سے بری کر دیتا ہے لیکن لوگوں کے دلوں سے بدظنی کو رفع نہیں کر سکتا

حدیث میں ایسا مقدمہ منقول آتا ہے جو اس بات کو صاف صاف ظاہر کرتا ہے ایک عورت پر اسکا خاوند

تہمت لگاتا ہے اور مقدمہ حضور ؐ کی خدمت میں آتا ہے اور حضور لعان کا حکم دیتے ہیں اور قرآن مجید

میں صاف آیا ہے ویدرأ عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات الخ اور وہ لعان کر جاتی

ہے اسپر حضور ؐ قرآنی حکم کے مطابق اسکو حد سے بری فرماتے ہیں لیکن باوجود اس فیصلہ کے اسکے

بری عن الزنا ہونے پر کوئی یقین نہیں کیا بلکہ اسکا گمان اسپر پھر بھی قائم رکھا اور فرمایا کہ اگر فلاں حلیہ کا

بچہ لائے تب تو اسکے خاوند کا بچہ ہوگا۔ اور اگر فلاں حلیہ کا ہو تب اسکو اس شخص کا بچہ سمجھنا چاہئیے جسکی

اسکو تہمت لگی تھی الخ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ فیصلہ میں بری ہونے کے ساتھ یہ لازم تھا

کہ بدگمانی بھی اس سے رفع ہو جائے اور یہ بدگمانی شانِ نبوت کے بالکل مخالف تھی پس جس طرح ان لوگوں کو

ہلاکت سے بچانا اس بات کو چاہتا تھا کہ باوجود فیصلہ شرعی میں بری ثابت ہونے کے حضور اسوقت

تک علیحدگی اختیار فرمادیں کہ کوئی ایسا امر پیدا ہو جائے جو کہ اس بدگمانی کو ان کے دلوں سے نکال

دے۔ اسی طرح شان نبوت بھی اسی کی متقضی تھی کہ جب تک یہ بدظنی رفع دفع نہ ہو جائے۔ تب

تک علیحدگی کا التزام کیا جائے۔ امر اول کی مثال اگر اس حدیث سے ملتی ہے کہ آنحضرت ؐ

عایشہ رض کو فرماتے ہیں اگر تیری قوم حدیث العہد بالکفر نہ ہوتی تو میں ضرور کعبہ کو گرا کر حطیم کو اس میں

داخل کرتا تو امر دوم کے ثبوت کے لئے یہی حدیث کافی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

اپنی بی بی سے باتیں فرما رہے تھے جب بعض صحابہ پاس سے گزرے تو انکو بلا کر فرمادیا۔ کہ یہ میری

فلاں بی بی ہے حالانکہ امت کے سب افراد کے لئے یہ کوئی لازم نہیں کہ جب ان کے اہلبیت

ساتھ ہوں تو ہر ایک گزرنے والے کو بلا بلا کر کہتے رہیں کہ یہ میری اہلیہ ہے۔

اب رہا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ سے دریافت کرنا

یا حضرت عایشہ رض کو استغفار کا ارشاد فرمانا۔ سو یہ کسی بدظنی کی وجہ سے نہیں تھا۔ ورنہ

بدظنوں کے عتاب میں آپ بھی شریک ہوتے۔ بلکہ یہ حسن ظن کی وجہ سے تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو عایشہ رض کے حالات سے اسکی بریت کا یقین تھا۔ مگر یہ خیال کر کے کہ باوجود اسکے

افک کا معرض ظہور میں آنا اور بدظنی کے دفع کرنیکے لئے کسی صورت کا اب تک مہیا نہ ہونا ضرور

کسی اور کمزوری کے باعث ہے اور اسکا حقیقی اور روحانی علاج استغفار ہے۔ چنانچہ اسی علاج سے قرآن مجید میں بریت نازل ہوئی۔ اور حضرت علی وغیرہ لوگوں سے دریافت کرنا بھی اسی وجہ سے تھا کہ آپ جانتے تھے کہ یہ راستباز صرف صفائی کی شہادت دینگے اور ممکن ہو کہ اس سے بدظن پشیمان ہوں پر وہ اس سے بھی باز نہ آئے تو آپ نے فیصلہ الٰہی کا انتظار کیا اور یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ جن سے آپنے دریافت کیا۔ انہوں نے متفقہ طور پر انکی بریت کی شہادت دی لیکن پھر بھی حضور علیہ السلام نے کوئی فیصلہ نہ فرمایا۔

پس ان وجوہات اور اہم ترین دینی مقاصد کے لئے چند روزہ علیحدگی اختیار کرنا کوئی قابلِ عتاب امر نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ رکوع جو افک کے موقعہ پر نازل ہؤا ہے۔ اس سب میں ان مومنوں کو عتاب ہے جو کہ اس بات کے پیچھے پڑے رہے ہیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کچھ نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا انتظار مرضی الٰہی کے مطابق تھا نہ مخالف۔ اور اس افک کو بل ھو خیر لکم اسی وجہ سے فرمایا ہو کہ اسی کی وجہ سے ایک طرف تو مومنوں کو اس خطرناک راہ کے خطرۂ عظیم سے آگاہ کیا کہ جو بھی اس خطرناک راہ یعنی اہلبیت نبوت پر گندے اتہام لگانے اور ان کے ساتھ کینہ رکھنے میں پڑا ہے خواہ سعد بن عبادہ کی طرح نقباء رسول اللہ سے اور سید الانصار ہو۔ ضرور وہ ٹھوکریں کھاتا ہوا حزب اللہ سے باہر نکلجاتا ہے۔ چنانچہ سعد بن عبادہ پہلے افک میں شریک ہؤا۔ پھر ابوبکر کی خلافت کا مخالف اور بالآخر جماعۃ المومنین اور مدینۃ الرسول کو ترک کر کے قیصر کے ملک میں چلا گیا نعوذ باللہ من ذٰلک اور دوسرے طرف عائشہ رض اور آپ جیسا تعلق بالرسول رکھنے والوں کے لئے دائمی اور قطعی فیصلہ خداوند علیم وخبیر کی طرف سے یہ صادر ہو گیا کہ اولٰئک مبرأون مما یقولون ٥

محمد سرور احمدی از قادیان مدینۃ المسیح

لہ اہلبیت نبی اللہ مسیح موعود سے بگاڑ کر کے خلافت کا مخالف اور مدینۃ الرسول کا تارک خدا سے ڈرے اور ضرور ڈرے۔ (ایڈیٹر)

مباحثہ لدھیانہ کے متعلق دو اعتراضوں کا جواب

اعتراض لدھیانہ میں جو مباحثہ میر قاسم علی صاحب احمدی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان ہوا۔ اسمیں احمدیوں کا شرط ہار جانا احمدیوں کے جھوٹے ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

جواب اگر یہ بات سچی تسلیم کر لی جاوے تو بہت سخت خرابی پیدا ہوتی ہے کیونکہ شرط تو صدیق اکبرؓ نے بھی ہاری تھی۔ اب اگر شرط ہار جانے سے ہی کسی کا کچھ نہیں رہتا۔ تو آپ اسلام کے متعلق کیا فرماتے ہیں:۔

سنئے! جب وحی الٰہی الٓمّٓ غُلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع سنین نازل ہوئی تو اسپر حضرت صدیق اکبرؓ نے کفار قریش سے کچھ اونٹ بطور شرط مقرر کئے اور میعاد شرط تین اور ۹ کے درمیان ۶ سال مقرر ہوئی لیکن چھ سال مقررہ گزر گئے قبل اسکے کہ اہل روم اہل فارس پر غالب آویں تو کفار نے مال شرط لے لیا۔ اب ساتویں سال وحی حق کی خبر پوری ہو گئی تو کیا اب اسلام کا کچھ بھی باقی نہ رہا۔ ہم اس بارے میں صحیح حدیث پیش کرتے ہیں۔ ترمذی شریف کی جلد دوم کے صفحہ ۱۶۷ پر سورہ الروم کی تفسیر کے ضمن حدیث صحیح درج ہے۔ اس حدیث کا صحیح ترجمہ نواب صدیق حسن خان نے کیا ہے۔

ترمذی نے نیاز بن عکرم اسلمی سے روایت کی ہے کہ جس دن آیت الٓمّٓ غلبت الروم الآیۃ نازل ہوئی اس دن فارس نے روم کو دبایا ہوا تھا اور مسلمانوں کی خوشی اسمیں تھی کہ لڑائی کا میدان روم کے ہاتھ میں رہے کیونکہ مسلمان اور روم دونوں اہل کتاب ہیں اور اسی بھید کا پتہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول یومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ الآیۃ اور قریش کی خوشی تھی کہ فارس جیتے کیونکہ یہ دونوں فرقے کتاب نہیں رکھتے اور نہ ان کو رسل کے مبعوث ہونے پر ایمان ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت مطہرہ کو نازل فرمایا تو ابو بکرؓ مکے کے ارد گرد پکارتے پھرتے تھے الٓمّٓ غلبت الروم ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ فی بضع سنین تو قریش کے چند آدمیوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ ہمارے تمہارے درمیان

شرط ہی تمہارا یار (رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم) تو دعویٰ کرتا ہی کہ چند سال کے عرصہ میں روم فارس پر غالب ہو جاوینگے کہا ہم اس بات پر تیرے ساتھ گرو نہ باندھیں (یعنی شرط مقرر نہ کریں) ابو بکر نے کہا کیوں نہ باندھو (راوی کہتا ہے) اور یہ قصہ گرو باندھنے کی حرمت سے پہلے کا ہے[علٰہ] تو ابو بکر اور مشرکوں نے شرط باندھکر گرد کا مال رکھدیا اور مشرکین نے ابو بکر سے کہا کہ بضع کو کیا بنائیں یہ لفظ تو تین برس سے لیکر نو برس تک مدت کو شامل ہی ہمارے لئے بیچوں بیچ کا مقرر کرو کہ وہاں جاکر ہماری شرط ختم ہو جاوے راوی نے کہا آخر کار چھ برس کی میعاد پر فیصلہ کر لیا گیا پس روم کی فتح ہونے سے پہلے ہی چھ برس گزر گئے تو مشرکوں نے ابو بکرؓ کی شرط جیت لی پس جب ساتواں برس داخل ہوا۔ تو روم فارس پر غالب ہو گئے راوی نے کہا تو مسلمانوں نے ابو بکر رضؓ کو چھ برس کی میعاد مقرر کرنے کی وجہ سے معیوب ٹھہرایا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تو بضع سنین کا لفظ فرمایا ہے (چھ برس کی تحدید اپنی طرف سے کیوں نکالی) راوی نے کہا اس موقعہ پر بہت لوگ مسلمان ہو گئے اسی طرح ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا پھر کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی حدیث کے سوا کسی اور طریق سے ہم اسے نہیں پہچانتے"

مذکورہ بالا ترجمہ جینے کے بعد صدیق الحسن خان صاحب نے لکھا ہے کہ :۔

"اور اسی کی مشابہ تابعین کی ایک جماعت سے مرسل مروی ہوئی ہے جیسے عکرمہ اور شعبی اور مجاہد اور قتادہ اور سدی اور زہرہ وغیرہم" (دیکھو تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱۱ ص۱۰)

معلوم ہوا کہ تابعین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے کہ بلاشبہ ابو بکر صدیق نے پہلے شرط ماردی تھی اور جبکہ حدیث صحیح ہے تو ایک اہلحدیث مولوی کو تو اس سے انکار نہ کرنا چاہئے تھا خصوصاً جبکہ ان کے فرضی مجدد نواب صدیق الحسن خان صاحب نے اس حدیث کو حسن صحیح تسلیم کر لیا ہے۔

ہاں مولوی صاحب شاید یہ کہیں کہ اس حدیث صحیح کے بعد جو یہ لکھا ہے کہ

لا نعرفه الا من حديث عبد الرحمن بن ابى الزناد لہذا یہ حدیث غریب ہے تو میں کہتا ہوں کہ بیشمار صحیح احادیث ہیں۔ جو از روئے سلسلہ روایت غریب ہیں۔ لیکن غریب ہونے سے وہ غیر صحیح نہیں ہو جاتیں۔ اسی طرح یہ حدیث ہے اور کوئی حدیث اسکے معارض موجود نہیں ہے

علٰہ جو شرط حرام ہے وہ دو طرف ہوتی ہے ۱۲

لہذا اس حدیث کے غریب ہونے سے مولوی صاحبکا یہ حق نہیں کہ وہ اسکو تسلیم کرنے سے انکار کردیں غریب کے تو معنے صرف اسی قدر ہیں کہ حدیث کے راویوں میں سے کہیں کوئی راوی اکیلا ہے وبس سو اگر ایک راستباز راوی اکیلا ہے تو اسکی روایت صحیح ہوگی نہ غلط۔ پھر جبکہ تابعین کی جماعت کا بھی یہی مذہب ہے تو حدیث مذکور کے غریب ہونے سے صحیح روایت کا انکار کرنا ایک حماقت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کو دوسری احادیث بھی تقویت دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ حدیث ترمذی تفسیر سورہ الروم صفحہ ۱۶۷ پر ہے اسمیں یہ فقرہ قابل ذکر ہے۔ فجعل اجل خمس سنین فلم یظهروا فذکروا ذلك للنبی صلعم فقال الا جعلته الی دون قال اراه العشر × × × هذا حدیث حسن صحیح غریب۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ پہلی دفعہ جو پانچ سال کی میعاد مقرر تھی وہ گذر گئی اور پھر اہل روم اہل فارس پر غالب آگئے پہلی روایت میں چھ سال میعاد مقررہ بیان کی گئی ہو لیکن ہر دو روایت میں صدیق اکبر کی مقرر کردہ میعاد میں پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کو تسلیم کر لیا گیا ہے اور یہی ہمارا دعوی ہے۔

اب شاید مولوی صاحب کہیں کہ پھر تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر بیضاوی میں جو اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے۔ کہ :۔

راهن ابوبكر وابی ابن خلف علی عشر قلائص من کل واحد منهما وجعل الاجل ثلاث سنین فاخبر ابوبكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال البضع ما بين الثلث والى التسع فزائده فی الخطر وماده فی الاجل فجعلا مائة قلوص الى تسع سنين ومات ابى بن خلف من جرح رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد قفوله من احد وظهرت الروم على فارس يوم الحديبية فاخذ ابوبكر الخطر من ورثته ابی وجاء به الى الرسول فقال تصدق به۔

اسکا کیا مطلب ہے سو واضح ہو کہ ہر دو تفاسیر کی روایت کو احادیث صحیحہ مذکورہ بالا نے رد کر دیا ہی اسلیئے ہر دو مفسرین کی یہ روایت درست نہیں۔ ہاں یہ روایت بھی ایک طرح ان احادیث کے ماتحت

آجاتی ہے اور وہ یہ کہ اوپر کی روایت کی تفسیر میں جو یہ تھا کہ فاخبر رسول اللّٰہ صلعم فقال البضع ما بین الثلث والی التسع فزائدہ فی الخطر ومادہ فی الاجل فجعلھا مائۃ قلوص الی تسع ۔ اسکو ہم اجل مقررہ کردہ کے گذر جانیکے بعد کا واقعہ قرار دیں جیساکہ مذکورہ بالا صحیح احادیث میں ہے اور عربی زبان میں اسکی مثالیں بکثرت موجود ہیں ۔ اور اس مطلب کا مؤید اخبر سے پہلے حرف فاء کا موجود ہونا بھی ہے پھر ایک اور روایت بھی ہمارے بیان کی تصدیق کرتی ہے جسے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں مفصل بیان کیا ہے اور ہم یہاں بقدر حاجت ابن جریر کی روایت کا ترجمہ جو نواب صدیق حسن خان صاحب نے ترجمان القرآن میں کیا ہے درج کردیتے ہیں ۔

"ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے × × جب آیت الم غلبت الروم × × × سیغلبون فی بضع سنین نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے ابوبکر سے کہا کہ اے ابا بکر تیرا یار کہتا ہے کہ چند سال کے عرصہ میں روم فارس پر فتحیاب ہونگے ابوبکر نے کہا سچ کہتا ہے انہوں نے کہا کیا تم ہم سے شرط باندھتے ہو ۔ پس سات برس کی میعاد پر چار جوان اونٹوں کی شرط لگائی ۔ پس سات برس گذر گئے ۔ اور کچھ نہ ہوا × × × تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا ۔ جاکر ان سے میعاد زیادہ کرو ۔ دو سال مدت میں اور بڑھا ۔ راوی نے کہا کہ ابھی دو سال نہیں گذرنے پائے تھے ۔ فارس پر روم کی فتحیابی کی خبر لیکر سوار آن پہنچے تو مسلمانوں کو اس بات کی کمال خوشی ہوئی"

اسی طرح ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ براء سے روایت کی ہے ۔ لیکن اس روایت میں بجائے تین ۔ پانچ ۔ چھ ۔ سات کے مطلق ایک میعاد کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ جب یہ مدت گذر گئی اور روم کو فتح نہ ہوئی تو آنحضرت کو یہ خبر پہنچی اور آپکو رنج ہوا ۔ اور آپ نے ابوبکر صدیق کو مال کے بڑھانے اور مدت کے بضع سنین تک مقرر کرنے کا حکم دیا تب ابوبکر صدیق انکے پاس گئے اور کہا ھل لکم فی العود فان العود احمد ۔ یعنی کیا تمہاری مرضی ہے کہ پھر کوئی شرط باندھیں کہ لوٹ کر تلافی مافات کر لینا خوب کام ہے ۔ انہوں نے کہا بیشک پس اس دفعہ ابوبکر صدیق شرط جیت گئے اور مال شرط آنحضرت کی خدمت میں لائے تو آپ نے فرمایا کہ اسے

صدقہ کردو۔ (دیکھو ترجمان القرآن)

ان ہر دو روایات نے معاملہ بالکل صاف کر دیا اور معالم او ربیضاوی کی روایات کی حقیقت کھولدی اور حاصلکلام یہ ہوا کہ ایک میعاد جو پہلے مقرر کی تھی اور مال شرط مقرر کیا تھا وہ مدت تو گزر گئی۔ اور شرط کا مال دینا پڑا۔ لیکن دوبارہ جو مدت بڑھائی گئی اور مال زیادہ کیا گیا تو اس دفعہ صدیق اکبر نے شرط جیت لی۔ فہو المراد

دوسرا اعتراض - اچھا مانا کہ شرط ہارنے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مگر منصف نے فیصلہ کر دیا تھا یا نہیں کہ ثناء اللہ کے دلائل زبردست ہیں۔

جواب - جو مناظرہ ہوا تھا وہ چھپا ہوا موجود ہے ثناء اللہ نے خود تمام مباحثہ شائع کر دیا ہے آپ فریقین کے بیانات کو پڑھکر دیکھ لیں کہ کون سچا ہے مولوی ثناء اللہ نے تو صرف اپنی غرض کو مدنظر رکھکر یہ اصول بنا لیا کہ کوئی نبی جو کچھ کہتا ہے وہ سب وحی الہی سے ہوتا ہے اسلیئے مرزا صاحبکا میرے حق میں آخری فیصلہ کا اشتہار دینا اور اس میں کاذب کی ہلاکت کی دعا کرنا وحی الہی سے ہی ہے۔ اب یہ اصول بالکل غلط اصول ہے۔ قرآن وحدیث میں اسکا کوئی ثبوت نہیں۔

چنانچہ مباحثہ میں اس اصول کے غلط ہونے پر کئی ایک دلائل بطور یادداشتوں کے ثالث کو لکھکر دیئے گئے تھے خلاصہ یہ تھا کہ آیت قرآنی وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی کے یہ معنی نہیں کہ نبی کبھی اپنی طرف سے بولتا نہیں کیونکہ اگر یہ معنے اسکے ہوں تو چاہئے کہ نبی سے کبھی کوئی غلطی بھی نہ ہو حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یا یھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک۔ یعنی اے نبی تو اللہ کی حلال کردہ شئے کو اپنے لئے حرام کیوں کرتا ہے کیا تو اپنی بیویوں کی رضامندی کے لئے ایسا کرتا ہے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے شہد کھانا ترک کرنیکا حلفیہ عہد کیا تھا جس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی بہرحال کچھ ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی حلال شئے کو ترک کرنے پر حلفیہ عہد کیا تھا جس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اب اگر اس حلال کو حرام کرنیکا عہد وحی الہی سے ہوتا تو یہ کب ممکن تھا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ آپکو ایسا کرنے سے منع کرتا۔ اسی طرح جنگ بدر کے قیدیوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے چھوڑ دیا گیا تو اللہ تعالےٰ نے وحی نازل کی کہ:

عفا اللہ عنک لما اذنت لہم

یعنی اللہ نے آپکو معاف کیا آپ نے کیوں ان کو خود بخود چھوڑ دیا اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ اذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی دیدیا تھا جس پر اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا وحی نازل کی پھر ایک حدیث صحیح میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بہت لمبا سجدہ کیا جب سر مبارک کو سجدہ سے اٹھایا تو اصحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آج اسقدر لمبے سجدے کا کیا باعث ہے۔ حضور نے فرمایا اے صحابہ آج میںنے اپنی امت کے لئے تین عظیم الشان دعائیں کیں جن میں سے دو دعائیں تو جناب الٰہی نے قبول فرمائیں اور تیسری دعا منظور نہیں فرمائی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم از کم وہ عظیم الشان دعا جسے جناب الٰہی نے قبول نہیں فرمائی۔

کہ کم از کم وہ عظیم الشان دعا جسے جناب الٰہی نے قبول نہیں فرمایا جو تمام امت کے لئے تھی وہ وحی الٰہی سے نہ تھی ورنہ یہ تو ناممکن ہے کہ وہ وعدوں کا سچا خدا خود اپنے سب سے پیارے نبی کو حکم دے کہ اے نبی آپ یہ دعا کریں اور پھر وہ دعا قبول نہ کرے۔

غرض ہماری طرف سے قرآن و حدیث سے اسکا کافی ثبوت دیدیا گیا تھا کہ نبی اپنی طرف سے جناب الٰہی میں دعا کرنیکا مجاز ہے۔ جب کوئی نبی بلا اذن الٰہی دعا کرے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ضرور وحی الٰہی ہی ہے۔ چنانچہ خود آخری فیصلہ کے اشتہار کے اندر یہ الفاظ موجود ہیں کہ یہ دعا کسی وحی الٰہی کی بنا پر نہیں کی گئی۔ یہ کوئی پیشگوئی ہے بلکہ محض دعا کے طور پر اللہ تعالےٰ سے فیصلہ چاہا گیا مجھے اب ان الفاظ کے ہوتے ہوئے خواہ مخواہ اس دعا کو وحی الٰہی سے قرار دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

مولوی ثناء اللہ نے ہماری ان دلائل کو پڑھکر گھبراہٹ کے مارے جواب دینے سے انکار کر دیا ادھر ثالث کہیں کہ مولوی صاحب ان یادداشتوں کا جواب دو ادھر مولوی صاحب کہیں کہ میں انکا جواب نہیں دیتا اور بہانہ کیا کہ یہ خلاف قاعدہ آپکو دی گئی ہیں۔ اگر مولوی صاحب ان یادداشتوں کو پڑھے بغیر ایسا کہدیتے تو ہم یہ نہ کہتے کہ مولوی صاحب جواب سے عاجز ہو کر بہانہ کر رہے تھے مگر چونکہ ان یادداشتوں کو پڑھنے کے ساتھ ہی آپ جواب دینے سے جواب دینے لگ گئے۔ حالانکہ ثالث نے اصرار کیا اسلئے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب ان مضبوط دلائل کو اپنے فرضی قانون کو توڑ دینے والی پاکر گھبرا گئے۔ لیکن جب ثالث نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ مجھ پر ان

یاد داشتوں کا کوئی اثر نہیں ہؤا۔ تب مولوی صاحب نے یادداشتوں کو پڑھکر ایک ہی جواب دیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ :-

میںنے جو یہ کہا تھا کہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ جو وحی الٰہی ہو۔ وہی کہہ سکتا ہے۔ اس سے میرا مدعا یہ تہا کہ کسی ایسے اہم امر میں جو نبی کے مشن پر اثر ڈالنے والا ہو۔ نبی بدوں وحی الٰہی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

لیکن ہماری یادداشتوں میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ خود اہم امور کے متعلق تھا مثلاً اگر نبی کریم تمام عمر شہد نہ کھاتے تو اسکا اثر تمام امت پر ہوتا۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو چھوڑنا تمام اہل اسلام پر اثر رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رض انکے چھوڑے جانیکے خلاف تھے پھر وہ دعا جو آپنے تمام امت کے لئے کی تہی بڑی عظیم الشان تھی۔ لیکن مولوی صاحب نے شاید انکو معمولی باتیں سمجھا ہو۔ مگر تاہم مولوی صاحب کا جو اصول آیت قرآنی کی بنا پر تہا۔ وہ یہ نہیں ہے کہ اہم امور میں نبی خود بخود نہیں بولتا وہ تو یہ تہا کہ نبی بلا وحی الٰہی مطلقاً نہیں بولتا مولوی صاحب کا اپنا مرکز چھوڑ دینا ہی اس اصول کے غلط ہونے پہ کافی دلیل ہے۔ اور اگر مولوی صاحب اب کہیں کہ میرا اصول تو یہی ہے کہ اہم امور میں نبی خود بخود نہیں بول سکتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ کس آیت قرآنی سے اصول قائم کیا ہے آیت نہیں تو حدیث ہی لاؤ۔ لیکن چونکہ اس قسم کی نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث اسلئے کہ یہ اصل ہی قابل ثبوت ہے پھر اسکی بنا پر انکے حق میں فیصلہ دیا جانا ثالث کی غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس اصل کو توڑنے کیلئے ایک نہایت ہی عظیم الشان امر پیش کرتے ہیں جو یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر فترۃ وحی کا زمانہ بھی آتا تہا۔ اب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں جو کچھ آپ فرماتے ہوں وہ بدوں وحی الٰہی ہو۔ اور یا یہ تسلیم کیا جائے گا کہ اس زمانہ میں آنحضرت بولتے ہی نہ تھے۔ لیکن یہ تو صریحاً باطل ہے لہذا زمانہ فترت وحی کا کلام وحی الٰہی نہیں ہو سکتا اسلیئے یہ اصول غلط ہے کہ نبی بدوں وحی بول ہی نہیں سکتا۔

تمام محققین اس امر کے قائل ہیں کہ سب سے پہلے وحی نبوت اقرأ باسم ربك الذی خلق الخ جو آنحضرت صلعم پر ہوئی اور اسکے بعد اڑھائی تین سال تک وحی[۱] آپ پر نہ ہوئی۔

---

[۱] وقع فی تاریخ احمد حنبل عن الشعبی ان مدۃ فترۃ الوحی کانت ثلاث سنین وبہ جزم ابن اسحٰق (صفحہ ۱۵ فتح الباری)

(دیکھو فتح الباری باب بدء الوحی) اور یہ فترت وحی کا دراز زمانہ آنحضرت پر اسقدر شاق گذرا۔ کہ کئی دفعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیقرار ہوگئے اور آپنے ارادہ کیا کہ پہاڑ سے اپنے آپکو گرادیں ۵۲؎ یہ تمام بیان احادیث نبویہ سے ثابت ہے (دیکھو مشکوٰۃ کتاب البعث) اب سوال یہ ہے کہ جس طرح بولنا زبان کا فعل ہے اسیطرح خودکشی کا ارادہ دل کا فعل ہے اور یہ اسقدر عظیم الشان امر ہے کہ اس سے بڑھکر تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ اور اگر کبھی نبی کریم ایسا کرتے تو تمام دنیا کفر ہیں رہتی۔ پس اب یہ بتاؤ کہ یہ قصد جو نبی کریم نے کئی مرتبہ زمانہ فترت وحی میں کیا تھا۔ یہ اللہ کے حکم سے تھا؟ اگر نہیں تو پھر مولوی صاحب کا اصول بالکل باطل ہوگیا۔ اور اگر مولوی صاحب کو یہ خیال ہو کہ اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت میں کسی طرح فرق آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہیں یہ جوش عشق ہے نہ کہ کسی حکم خداوندی کی خلاف ورزی۔ کیونکہ شریعت تو ابھی نازل ہی نہ ہوئی تھی۔ ونعم ماقیل

گفتگوے عاشقان در باب رب

جوشش عشق است نے ترک ادب عمرالدین از شملہ

۵۲؎ حاشیہ دیکھو صفحہ ۵۴ پر

کامل نبی

نمبر ۳

(گذشتہ سے پیوستہ)

"پندرہ اور حوالے جن سے مسیح موعود کا کامل نبی ہونا ظاہر ہوتا ہے"

(حوالہ نمبر ۳۶) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"انہ جمع فی نفسی کل شان النبیین علی سبیل الموھبۃ والعطاء"

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ د)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود میں انبیاء والی کیفیت اور شان بکلی موجود تھی۔ اور آپ نے کامل طور سے اس نعمت کو حاصل کر لیا تھا جو پہلے انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوئی تھی۔

(حوالہ نمبر ۳۷) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

گو مخفی طور پر بہت سے اخیار اور ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی ہم اثلث کا حصہ لیا ہے

مگر اس امت کا مسیح موعود کھلے کھلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے × × × اسی غرض کے لئے اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے" (کشتی نوح صفحہ ۴۹)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں کیونکہ اول آپ کھلے طور پر مسیح اسرائیلی کے مقابل کھڑے کئے گئے ہیں اور دوسرے آپکو ایک کامل نبی یعنی مسیح ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۸) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اس دعا (سورہ فاتحہ) میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق اور صفا کی وجہ سے پہلے نبیوں کے وارث ہو جائینگے اور نبوت اور رسالت کی نعمتیں پائینگے اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ یہودی صفت ہو جائینگے × × × × اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ عیسائیت کا جامہ پہنینگے × × × × پس یہ سورت (فاتحہ) پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اس امت میں سے **کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا** تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہو جاوے اور کوئی گروہ ان میں سے ان یہودیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا جن پر حضرت عیسے نے لعنت کی تھی × × × × اور کوئی گروہ ان میں سے عیسائیوں کے رنگ میں ہو جاویگا۔ اور عیسائی بنجاویگا" (کشتی نوح صفحہ ۴۳)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ سورہ فاتحہ کی پیشگوئی کے مطابق امت میں سے ایک ایسے فرد کا ہونا لازمی ہے جو کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ہو۔ یا دوسرے لفظوں میں جو کامل نبی ہو۔ اور نبوت کی کیفیت اور کمیت اس میں پورے طور سے متحقق ہو۔ اور وہ اس امت میں صرف مسیح موعود ہی ہے جو کثرت کمیت اور صفائی کیفیت اور نعماء حضرت احدیت کے اعتبار سے کامل نبی کہلانے کا مستحق ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۹) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"کامل مصلح کے لئے ہمیشہ سے یہ ضروری شرطیں ہیں کہ وہ ان دونوں صفتوں سے متصف ہو یعنی خدا کا خاص شاگرد ہو۔ اور پھر ہر ایک میدان میں روح القدس سے تائید پاتا ہو اور مہدی آخر الزمان کے لئے جس کا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے بوجہ ذوالبروزین ہونیکے ان دونوں صفتوں کا کامل طور پر پایا جانا از بس ضروری ہے"

اربعین ۲ صفحہ ۱۲

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے اور نیز عبارت کے سیاق اور سباق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت من حیث النبوۃ کامل اور مکمل نبوت تھی نبوت ناقصہ یا جزویہ نہ تھی۔

(حوالہ نمبر ۴۰) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"والیہ اشارۃ سبحانہ فی قولہ واخرین منہم فی سورۃ الجمعۃ ایماء الی یوم الجمعۃ الحقیقۃ واراد من ھذا القول ان المسیح الموعود الذی یاتی من بعد خاتم الانبیاء ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم من حیث المضاھاۃ التامۃ ورفقاءہ کالصحابۃ" (خطبہ الہامیہ صفحہ ...)

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ تھے اور آپ کے آئینہ ظلیت میں آنحضرت صلعم کے کل کمالات معہ نبوت کامل طور پر منعکس تھے۔ پس آپ کے کامل نبی ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرت صلعم کے کامل نبی ہونے سے انکار کرنا ہے۔ جو بالبداہت باطل ہے۔

اگر یہ چالیس حوالے بھی حضرت مسیح موعود کے کامل نبی ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتے۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اور وہ کونسے حوالے ہو سکتے ہیں۔ جن سے مسیح موعود کا کامل نبی ہونا ثابت ہو سکے۔ ان حوالوں میں مسیح موعود نے کھلے کھلے طور پر اپنے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن میں انکار کی گنجائش نہیں۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۵۲ — وزاد البخاری حتی حزن النبی فیما بلغنا حزنا غدا منہ مرارا کے یتردی من رؤس شواھق الجبل فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبریل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذالک جاشہ وتقر نفسہ

ایک حدیث میں دونوں معترضوں کا جواب

غیر احمدی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے منکر ہیں۔ بایں دلیل کہ آنیوالا مسیح عیسےٰ بن مریم رسول اللہ ہے جو آسمان پر زندہ موجود ہے اسلئے ہم مرزا صاحب کے دعویٰ کیطرف توجہ نہیں کر سکتے۔

پھر غیر مبائعین بھی حضور انور کی نبوت کے منکر ہیں۔ بایں دلیل کہ جو متبع ہے وہ نبی نہیں ہو سکتا اور متبع و نبی ہونے کا مفہوم آپس میں متبائن ہے۔

دونوں معترضوں کی تردید ایک ہی حدیث سے ہو جاتی ہے وہ حدیث یہ ہے لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی (اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرے متبع اور امتی بننے کے سوا چارہ نہ تھا) یہ حدیث تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان جلد ۲ صفحہ ۴۶۱۔ الیواقیت والجواہر مصنفہ امام سید عبدالوہاب شعرانی صفحہ ۲۴ مدارج السالکین امام ابن قیم جلد ۲ صفحہ ۳۱۳۔ شرح مواہب لدنیہ جلد ۶ صفحہ ۴۷ میں موجود ہے اس میں عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کا کھلا کھلا ذکر ہے۔ پس غیر احمدی جو حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے انکا عذر باطل ہؤا کیونکہ عیسیٰ بن مریم تو فوت ہو چکا ہے۔ ادہر پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری ہونی بھی ضروری ہے۔ پس آنے والا اس امت میں سے ہوگا۔ اور جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے اور جمہور اہل اسلام اسپر متفق ہیں ضرور ہے کہ وہ رسول اللہ ہو۔ پس غیر احمدیوں کا جواب تو ہو گیا۔ اب رہے غیر مبائعین سو انکا رد بھی اسی حدیث میں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ کی نبوت اور رسالت مسلّمہ ہے مگر آنحضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ان کو بھی میرے متبع بننے کے سوا چارہ نہ ہوتا جس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی رسول دوسرے رسول کا متبع بننا اسکی رسالت کے منافی نہیں البتہ کوئی براہ راست نبوت پانے والا امتی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امتی وہ ہے جو اپنے رسول مطاع سے فیض پائے اور یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت اقدس نے اپنے آپکو ایک پہلو سے نبی ایک پہلو سے

لڑکیوں کیلئے فقہی رسالے

مکرم معظم شیخ عبد اللہ صاحب سکرٹری کمیٹی دینیات تعلیم نسواں نے لڑکیوں کے لئے تین رسالے شائع کئے ہیں جو میں نے لفظ بلفظ پڑھے ہیں پہلے رسالے میں خدا۔ رسول ایمان اسلام۔ نماز کی کلمیوں اور دعاؤں کا بیان ہے سب کلمے بھی ہیں جو حنفی مسلمانوں میں بچوں کو ضرور یاد کرائے جاتے ہیں اور جن کی سند بھی آجتک کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ملی اور نہ وہ عقاید کا مجموعہ ہیں کہ اس اعتبار سے ہی انہیں ضروری سمجھا جائے تاہم غیر معمولی مقبولیت بتاتی ہے کہ کچھ ہیں اس حصہ میں عربی عبارات کی صحت کا پورا خیال نہیں دوسرے رسالے میں ارکان اسلام نماز شرائط نماز۔ وضو۔ غسل تیمم۔ اذان۔ ترکیب ادائے نماز کا بیان ہے اور حنفی فقہ کے مطابق سب کچھ بتایا ہے مگر نہایت پاکیزہ اور سلیس عبارت ہے تیسرے رسالے میں جس کا حجم ۲۰ صفحہ ہے۔ ناپاکی۔ صفائی۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ اور کسی قدر حج کے تمام ضروری مسائل کو نہایت عمدگی کے ساتھ جمع کر دیا ہے طرز بیان ایسا ہے کہ معمولی استعداد کی لڑکیاں خود بخود سمجھتی چلی جائیں۔ ستر نامہ شرم و حیا کی باتوں کے اوراق نکال ڈالے ہیں (بہتر تھا کہ چھپنے سے پہلے یہ فیصلہ ہوتا) اور جہاں بہت ضرورت پڑی ہے وہاں نہایت مہذبانہ الفاظ میں اسکا ذکر کیا ہے فقہی مسائل میں یہ رنگ میں نے انہی رسائل میں دیکھا افسوس ہے تو یہ کہ حنفی فقہ کے تتبع میں کئی مقامات پر صریح طور پر صحیح احادیث کے خلاف فتویٰ ہے اسلئے میں جماعت احمدیہ کو یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ضرور منگوا کر اپنے بچے بچیوں کو پڑھاؤ تاہم غیر مفید بھی نہیں کہہ سکتا قیمت تینوں کی چار پانچ آنے تک ہے۔ (آنریری سکرٹری مدرسہ اسلامیہ نسواں [illegible])

یہ دو کتابیں ضرور خریدو

آئینہ حق نما۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے الہامات مرزا کا مسکت جواب ۱۲؍

پیدائش عالم۔ بانی آریہ سماج کے تمام دلائل پر جرح جو ازلیت مادہ پر دی ہیں

قیمت ۲۰؍ یہ دونوں کتابیں میر قاسم علی صاحب نے دفتر تشحیذ میں بغرض فروخت بھیجی ہیں قیمت کا ایک حصہ دفتر ترقی اسلام کو ملیگا۔ اسلئے انکی خریداری درحقیقت انجمن ترقی اسلام کی امداد ہے۔

احسن القصص ۲؍ مبادی الصرف ۲؍ صادقوں کی روشنی ۴؍
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۱؍ القاء ربانی ۸؍ البلاغ المبین ۱؍
ادعیۃ القرآن ۲؍ غلامی ۵؍ عصمت الانبیاء ۱۰؍ مکتوبات احمدیہ حصہ اول ۸؍
مکتوبات احمدیہ حصہ دوم ۸؍ مکتوبات احمدیہ حصہ سوم ۸؍ خطبات نور
حصہ اول ۱۰؍ خطبات نور حصہ دوم ۸؍ ہدایات درباره معاملات ۲؍
کلام محمود ۴؍ چمکار مہدی ۸؍ احمدی عقاید ۰؍ چیستان مرزا کا حل ۳؍

امتی فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ کامل نبی نہیں بالکل غلط ہے کیونکہ اس طرح لازم آئیگا کہ آپ کامل امتی بھی نہیں کیونکہ اپنے آپ کو امتی بھی ایک پہلو سے فرمایا۔ فتفکروا یا اولی الالباب

ریویوز

النبی والاسلام ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پٹیالوی کی اس کتاب پر مختلف ہندو و مسلم اخباروں میں ریویو ہوا ہے۔ مجھے بھی اس کتاب کے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ جس کی تقطیع تشحیذ کی تقطیع کے برابر ہے اور اچھی لکھوائی چھپوائی کے ساتھ صفحے پر ختم ہوئی ہے دو روپیہ قیمت ہے۔ اس کتاب میں ان خیالات و عقائد کی جھلک پائی جاتی ہے جن کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح صادق علیہ السلام نے ڈاکٹر موصوف کو اپنی جماعت سے خارج کیا۔ پھر اسکے اخیر میں ان کتابوں کا اشتہار جو حضرت اقدس کی تردید میں ڈاکٹر موصوف نے لکھی ہیں بہت دل آزار عبارت میں موجود ہے۔ اور زیادہ حصہ اس کتاب کا ان مضامین سے پر ہے جو تفسیر القرآن بالقرآن میں آچکے ہیں۔ تاریخی واقعات کے بیان کرنے میں کامل تحقیق و تنقید سے کام نہیں لیا۔ تاہم میں اسکی بعض خوبیوں سے انکار نہیں کر سکتا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات و نشانات کو عمدگی کے ساتھ جمع کیا ہے غزوات کا حال جو قلمبند کیا ہے تو اسکے واقعات کی تفصیل کی بجائے انکے نتائج اور ان نشانات پر زور دیا ہے جو اس ذریعہ سے ظاہر ہوئے۔ غرض اسلام کے متعلق مفید ذخیرہ ہے۔ باوجود ان جزوی خوبیوں کے میں کہونگا اثمھما اکبر من نفعھما دودھ کے ایک پیالہ میں دو قطرے زہر کے ہلاک کرنیکے لئے کافی ہیں اور پلیدی کے دو قطرے بھی ایک مومن کو اسکے پینے سے باز رکھ سکتے ہیں سیب بہت لذیذ پھل ہے مگر ایک غیور اپنے دشمن کے ہاتھ سے لیکر کبھی نہیں کھائیگا۔ ارتداد کسی سلسلہ حقہ سے ایسا جرم ہے کہ اسکے ساتھ تمام تعلقات اخوت منقطع کر لینے کا حکم ہے وہ تصنیف بابرکت نہیں ہو سکتی اور نہ روحانیت کے لئے مفید جس کے مصنف و مؤلف کو اسنے یہ فائدہ دیا ہو۔ کہ وہ آخری زمانہ کے نبی کا مکفر و مکذب ہو۔

احمدی خاتون شیخ یعقوب علی صاحب نے جلد ۲ کا نمبر ۲ ریویو کے لئے بھیجا ہی

فی الواقعہ خواتین کے لئے ایک رسالہ کی ضرورت ہی یہ رسالہ مفید ہوگا مضامین اور باقاعدگی کی طرف شیخصاحب کی توجہ درکار ہی قیمت سالانہ دو روپے عہ/

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۹۱۴

ڈاکٹر ایس کے برمن

لال شربت بنایا ہوا لال شربت

بچوں کے لئے ایک ہی دوا ہے ماں وینا میٹھا لال شربت

شیر خوار بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے دودھ پیتے ہی قے کر دیتے ہیں پاخانہ کبھی سخت اور کبھی پتلا ہوتا ہے پیٹ اونچا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں لاغر ہو جاتے ہیں دانت وقت پر نہیں نکلتے ہیں غذا جزو بدن نہیں ہوتا۔ان سب وجوہات سے لڑکے ہمیشہ کمزور ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں ہونے پاتی اور ہمیشہ کے واسطے لڑکے چست و چالاک رہتے ہیں زچہ کو دودھ کم ہوتا ہو طبیعت سست رہتی ہو بخار آتا ہو۔غذا ہضم نہ ہوتی ہو تو لال شربت استعمال کرنے سے لاغری جاتی رہے گی دودھ زیادہ ہوگا اور بچے خوشحال رہینگے پوری حالت کی فہرست جس میں سارٹیفکیٹ بھی درج ہیں منگوا کر دیکھئے قیمت فی شیشی ۱۲ار محصول ۴ر تین شیشی عار محصول ۱۰ار

اس برسات کے

موسم میں جاڑہ دیکر بخار باری سے ہوگا یہ ملیریا کی پہلی حالت ہے اچھی طرح اگر علاج نہیں کیا جاوے۔تو خون کو پانی کر دیتا ہے تلی بڑھ جاتی ہے اور جسم لاغر ہو جاتا ہے۔ اس شکایت کو دور کرنے میں ڈاکٹر ایس کے برمن کا

فصلی بخار و تلی کی دوا

ایک ہی دوا ہے تین چار خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے تلی گھلجاتی ہے اور جلد آرام ہو جاتا ہے

قیمت بڑی شیشی ۱۴ار محصول ۶ر خورد شیشی ۸ر محصول ۵ر

پیپرمنٹ کا تیل درد۔بدہضمی اور ریاح کے فساد کے لئے ایک بہت ہی مشہور دوا ہے یہ پیپرمنٹ امریکہ سے منگایا جاتا ہے ولایتی پیپرمنٹ سے کہیں بڑھکر مفید اور بہتر دوا ہے اسی پیپرمنٹ میں تارپین کا تیل ملا کر ایک کی تین شیشیاں بنا کر لوگ بازار میں چار چار آنے اور چھ چھ آنے پر بیچتے ہیں قیمت آدہ اونس شیشی دس آنہ اور محصول ڈاک وغیرہ ایک شیشی سے چار شیشی تک پانچ آنہ ۵ر

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر سے ریم آتا ہو پرانا ہو یا نیا ہو دوا ہٰذا کے استعمال سے بہنا بند ہو جاتا ہے قیمت ۸ر پچکاری کان صاف کرنے کی ۴ر خرچ ہر دو چیز کا ۵ر

تصحیح ضروری

صفحہ ۳۳ پر وبغض الممال پڑھا جائے

ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں سے ملسکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب فرمایئے ---

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ